REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57

REGD NO P/GDP-3

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی عبدہ المسیح الموعود

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

شمارہ ۳۶

شرح چندہ
سالانہ ۴۵ روپے
ششماہی ۲۳ روپے
ممالک غیر ۱۲۰ روپے بذریعہ بحری
فی پرچہ ایک روپیہ

THE WEEKLY BADR QADIAN 143516.

2628
Dr Major Zaheeruddin Khan sh
A.M.C. Commond Hospital
Sec:- 12
U.T. CHANDIGARH- 160012 (

اخبار احمدیہ

قادیان ۳۰ ظہور (اگست) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بارے میں لندن سے آنے والے افراد کی زبانی ملنے والی اطلاع کے مطابق حضور پُرنور گذشتہ دنوں بعض یورپین مشنز کے دورہ پر تشریف لے گئے ہیں۔

احباب اپنے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت و سلامتی اور مقاصد عالیہ میں فائز المرامی کے لئے التزام سے دعائیں کرتے رہیں اللہ تعالیٰ حضور پُرنور کا سفر و حضر میں حافظ و ناصر ہو اور بخیر و عافیت و بانیلِ مرام اپنے مستقر پہ واپس تشریف لائے۔ آمین۔

● محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان ہنوز لندن میں ہی قیام فرما ہیں۔ موصوف کی صحت و سلامتی اور بخیر و عافیت مرکز سلسلہ میں مراجعت کے لئے بھی قارئین سے درخواستِ دعا ہے۔

۹ محرم ۱۴۰۸ ہجری | ۳ تبوک ۱۳۶۶ ہش | ۳ ستمبر ۱۹۸۷ء

جلسہ سالانہ برطانیہ

برطانوی اخبارات کی نظر میں

جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۲۲ ویں جلسہ سالانہ منعقدہ ۳۱ جولائی و ۱، ۲ اگست ۱۹۸۷ء سے متعلق برطانوی اخبارات کے یہ تراشے ہمیں مکرم عبدالمالک صاحب نمائندہ ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان لاہور نے لندن سے بھیجے ہیں۔ جن کے لئے ادارہ موصوف کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔۔۔ ایڈیٹر

احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کا کنونشن

احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن (یو۔کے) ٹیمپل ہیتھ، اسکول ٹلفورڈ سرے میں اپنا تین روزہ سالانہ کنونشن منعقد کر رہی ہے۔ جو کہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۷ء سے شروع ہو رہا ہے۔ کنونشن میں ساٹھ ممالک سے تقریباً آٹھ ہزار افراد کی شمولیت متوقع ہے۔

احمدیہ مسلم جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کی تقاریر جلسہ کی امتیازی خصوصیت ہونگی۔ دوسرے مسلم علماء مندرجہ ذیل عنوانات پر روشنی ڈالیں گے۔

(الف) موجودہ دنیا کے مسائل اور اسلام کا پیش کردہ حل۔

(ب) پاکستان میں احمدیوں پر تشدد اور جماعت احمدیہ کا ردّ عمل۔

(ج) اسلام اور عیسائیت (مختصر موازنہ)

(د) اسلامی حکومت اور غیر مسلموں سے سلوک۔

تفاصیل کے لئے ٹیلیفون نمبر 01-870-0919 اور 01-870-8517 پر رابطہ قائم کریں۔ (انگریزی سے ترجمہ از انڈیا میل لندن ۱۶ جولائی)

ٹلفورڈ میں جماعت احمدیہ کا کنونشن

"لندن (نمائندہ جنگ) جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام تین روزہ سالانہ کنونشن ٹلفورڈ سرے میں واقع سابق ٹیمپل ہیتھ اسکول میں ۳۱ جولائی (جمعہ) سے ۲ اگست (اتوار) تک منعقد ہوگا۔ ٹلفورڈ کی اس وسیع و عریض جگہ کا نام دو سال قبل اسلام آباد رکھا گیا تھا۔ رشید احمد چوہدری کے اعلان کے مطابق اس سالانہ جلسہ میں دنیا بھر کے ۶۰ ممالک بشمول پاکستان سے ۸ ہزار سے زائد مرد و خواتین بچے بوڑھے جوان شرکت کریں گے۔ جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد تینوں روز جلسہ سے خطاب کریں گے۔ پریس ریلیز کے مطابق دوسرے امور کے علاوہ کنونشن میں موجودہ عالمی مسائل کا اسلامی حل، پاکستان میں احمدیوں پر مظالم اور احمدیوں کا رد عمل، اسلام و عیسائیت پر تقابلی جائزہ کے موضوعات پر تقاریر ہوں گی۔ اس سالانہ اجتماع کے انعقاد اور اس کی سیکورٹی کے لئے خصوصی انتظامات کئے جا رہے ہیں۔ کنونشن کے مختلف پروگراموں، مہمانوں کے استقبال، قیام اور دوسرے انتظامات کے لئے کمیٹیاں تشکیل دی گئی ہیں۔"

(روزنامہ جنگ لندن ۲۷ جولائی)

احمدیوں کا کنونشن

لندن (ڈیلی نیوز) احمدیہ ایسوسی ایشن یو کے تین روزہ کنونشن اسلام آباد ٹلفورڈ، سرے میں ۳۱ جولائی سے ۲ اگست

(باقی صفحہ ۱۲ پر)

جلسہ سالانہ قادیان

مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ فتح (دسمبر) ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء کو منعقد ہوگا۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس سال جلسہ سالانہ قادیان ۱۸، ۱۹، ۲۰ فتح (دسمبر) ۱۳۶۶ ہش / ۱۹۸۷ء کی تاریخوں میں منعقد کئے جانے کی منظوری عطا فرمائی ہے احباب دعائیں کریں کہ جماعت کے لئے جلسہ سالانہ ۱۹۸۷ء ہر لحاظ سے ایسی شان کا پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہو اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے جماعت کے لئے مبارک کرے اور اپنے افضال، انوار و برکات نازل فرمائے۔ آمین۔

احباب اس عظیم روحانی اجتماع میں شرکت کے لئے ابھی سے عزم کرتے ہوئے تیاری شروع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ احباب جماعت کو پہلے سے کہیں زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۷ء میں شمولیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش: عبدالرحیم و عبدالرؤف مالکان حبیب بساطی مارٹ۔ صالح پور۔ کٹک (اڑیسہ)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بورڈ بدر قادیان

جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۸۷ء کے ایمان افروز مختصر کوائف پر مشتمل

محترم عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن کا مکتوب

محترم عطاء المجیب صاحب راشد امام مسجد فضل لندن و افسر جلسہ گاہ جلسہ سالانہ برطانیہ اپنے مکتوب ۸۷/۸/۱۲ میں مختصر کوائف رقم فرماتے ہیں :-

مکرم محترم ایڈیٹر صاحب اخبار بدر قادیان
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'
الحمد للہ کہ جماعت ہائے احمدیہ برطانیہ کا ۲۲واں جلسہ سالانہ ۳۱ جولائی، یکم و دو اگست ۱۹۸۷ء کو اللہ تعالیٰ کے غیر معمولی فضلوں کے جلو میں نہایت کامیابی سے منعقد ہوا اور حاضرین کو ایک عجیب روحانی لذت اور سرور سے ہمکنار کرنے کے بعد اختتام پذیر ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد حضور انور کے افتتاحی خطاب سے آغاز ہوا۔ ہفتہ کے روز حضور نے مستورات کے جلسہ میں خطاب فرمایا۔ جو مردانہ جلسہ گاہ میں بھی سنا گیا۔ اسی روز بعد دوپہر حضور نے ایک مفصل خطاب میں دوران جلسہ نازل ہونے والے افضال الٰہی کا ایمان افروز تذکرہ بیان فرمایا۔ یہ خطاب چار گھنٹے سے زائد جاری رہا۔ اس خطاب کے دوران حضور نے جزائر فجی کے قریب TUVALU ملک سے پہلی بار جلسہ پر آنے والے دو مقامی احمدیوں کا تعارف کروایا۔ اس ملک میں حال ہی میں احمدیت کا تعارف ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت تیزی سے ترقی ہو رہی ہے۔ علاوہ ازیں نائیجیریا سے آنے والے دو احمدی بادشاہوں کو یہ سعادت ملی کہ انہوں نے حضور انور کے دست مبارک سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں کا تبرک حاصل کیا۔ اور الہام الٰہی کی صداقت کے زندہ نشان بنے۔ جب پہنا کر انہوں نے یہ تبرک حاصل کئے اور حاضرین سے خطاب کیا تو جلسہ گاہ نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔ ان بادشاہوں نے عربی ترجمہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" اور "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" کے الہامات زرد ہی میں بہت خوبصورتی سے ادا کئے۔ یہ ایمان افروز مظاہرہ دیکھ کر حاضرین پر رقت طاری ہو گئی۔ جلسہ سالانہ کے تیسرے روز حضور انور نے عدل و احسان کے موضوع پر نہایت عالمانہ خطاب فرمایا۔ جو حضور انور کے اسی موضوع پر سابقہ خطابات کے تسلسل میں تھا۔ یہ خطاب چار گھنٹے سے زائد عرصہ تک جاری رہا۔ اس میں حضور نے عدل و احسان کے سلسلہ میں شہادت اور معاہدات کے تقاضوں پر اسلامی تعلیمات پر وجد آفرین انداز میں روشنی ڈالی۔ آخر میں حضور انور کا تازہ ترین منظوم کلام مکرم محمد الیاس صاحب آف مغربی جرمنی نے پُرسوز آواز میں پیش کیا۔ جس نے روحانی ماحول اور دعائیہ کیفیت کو نقطۂ عروج پر پہنچا دیا۔ جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ پُر درد اور اثر انگیز کلام اید کر کے گنز مشتہ شمارہ میں ہدیہ قارئین کیا جا چکا ہے۔ - ایڈیٹر) آخر میں جب سب حاضرین مجلس نے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ساتھ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو آہ و بکاء اور تضرع کا ایک عجیب ماحول تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سب دعاؤں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

یہ جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے غیر معمولی طور پر کامیاب رہا۔ ۵۰ سے زائد ممالک سے چھ ہزار سے زائد فرزندان احمدیت نے اس میں شمولیت فرمائی۔ قیام و طعام کا بہت اچھا انتظام تھا۔ جلسہ کی تقاریر کا انگریزی۔ عربی۔ انڈونیشین۔ جرمنی اور فرانسیسی زبان میں رواں ترجمہ کا انتظام تھا۔ بیرونی ممالک سے نمائندگان اور بعض نو احمدیوں کے علاوہ برطانیہ کے بعض معززین نے جن میں پارلیمنٹ کے ممبران بھی شامل ہیں جلسہ سے خطاب کیا۔ دس علمائے سلسلہ نے مختلف علمی موضوعات پر انگریزی اور اردو میں خطاب کئے

خاکسار
عطاء المجیب راشد افسر جلسہ گاہ

خدا تعالیٰ اپنے بندوں کا حامی ہوتا ہے

"اس شرط سے دین کو کبھی قبول نہ کرنا چاہیئے کہ میں مالدار ہو جاؤں گا، مجھے فلاں عہدہ مل جائے گا۔ یاد رکھو کہ شرطی ایمان لانے والے سے خدا تعالیٰ بیزار ہے۔ بعض وقت مصلحت الٰہی یہی ہوتی ہے کہ دنیا میں انسان کی مراد حاصل نہیں ہوتی۔ طرح طرح کے آفات بلائیں بیماریاں اور نامرادیاں لاحق حال ہوتی ہیں مگر ان سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ موت ہر ایک کے واسطے کھڑی ہے۔ اگر بادشاہ ہو جاوے گا تو کیا موت سے بچ جائے گا؟ غریبی میں بھی مرنا ہے۔ بادشاہی میں بھی مرنا ہے اس لئے سچی توبہ کرنیوالے کو اپنے ارادوں میں دنیا کی خواہش نہ ملانی چاہیئے۔

خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہرگز نہیں ہے کہ جو اس کے حضور عاجزی سے گر پڑے وہ اسے خائب و خاسر کرے اور ذلت کی موت دیوے۔ جو اس کی طرف آتا ہے کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے ایسی ایک بھی نظیر نہ ملے گی کہ فلاں شخص کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق تھا اور پھر وہ نامراد رہا۔"

(ملفوظات سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۳۰۲، ۳۰۳)

العظمۃ للہ

کس قدر حیران کن ہے یہ نظام کائنات !
ہر ستارہ کر رہا ہے کام اپنا بے خطا!
چاند اور سورج فلک پر بے تعطل ہیں رواں
جس سے روشن ہے زمین و آسمان و ما وریٰ
عالم روحانیت میں چاند سورج کی طرح
ہر زمانہ میں بندھا ہے انبیاء کا تانتا
کچھ سعادتمند اُن کو مان کر فائز ہوئے
اور شقی ہو گئے ہیں خائب و خاسر سدا!
دولتِ عرفاں سے ہوتے رہے کچھ سرفراز
بعض کا انجام اندھیر دل کی زینت بن گیا
صدق اور کذب ہمیشہ ہی مخاصم ہو گئے
شان سے باطل پہ دائم صدق غالب ہو گیا
شاہِ بطحیٰ صاحب لولاک کا ہی دور ہے
عظمتِ حق آن کا یہ دور ظل مصطفیٰ
صلح کے شہزادہ کا یہ دور تبلیغ و دعا

خاکسار عبدالرحیم راٹھور

محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب کا جڈچرلہ میں ورود

سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ حیدرآباد سے فارغ ہونے کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر جماعت احمدیہ قادیان مورخہ ۸۷/۸/۱۵ کو جڈچرلہ تشریف لائے۔ جملہ احباب جماعت موصوف کے استقبال کے لئے اس مقام پر جمع تھے جہاں سے ایک راستہ مکرم سید جہانگیر احمد صاحب کے کارخانہ استخوان کی طرف جاتا ہے۔ حسب پروگرام محترم صاحبزادہ صاحب نے تمام احباب سمیت کارخانہ پر دعا کروائی۔ اس کے بعد چھ موٹر سائیکل اور تین کاروں کے ذریعہ جملہ احباب جڈچرلہ خاکسار کے مکان پر پہنچے۔ یہاں بھی محترم صاحبزادہ صاحب موصوف نے خاکسار کے بیٹے عزیز محمد مظہر احمد سلمہ کی نئی دوکان میں دعا کروائی۔ اس کے بعد مہمانوں کی خدمت میں ناشتہ پیش کیا گیا۔ ناشتہ کے بعد محترم موصوف نے مسجد احمدیہ کی طرف جاتے ہوئے مکرم سید احمد اشرف صاحب کے مکان پر چائے نوش فرمائی۔ مسجد میں ایک تربیتی اجلاس منعقد کیا گیا جس میں مکرم سید احمد صاحب صدر جماعت نے محترم میاں صاحب کی گلپوشی کی۔ مکرم شریف الدین منظور احمد صاحب کی تلاوت، سید شجاعت حسین کی نظم خوانی اور خاکسار کی افتتاحی تقریر کے بعد مکرم مولوی حمید الدین صاحب شمس نے تحریک جدید الی اللہ کی ضرورت و اہمیت پر روشنی ڈالی۔ بعدہ محترم صاحبزادہ صاحب نے جماعت کو زریں نصائح سے نوازا۔ اور اجتماعی دعا کروائی۔ خاکسار محمد صادق احمدی جڈچرلہ (آندھرا)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(کی)

روح پرور مجالس علم و عرفان

مرتبہ: محترمہ ثریا غازی صاحبہ لندن

انگریزی جوابات کا اردو خلاصہ بشکریہ ہفت روزہ "النصر" لندن

مجلس عرفان مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۸۶ء

سوال:- ساؤتھ افریقہ کی سیاسی پالیسی کی تمام دنیا مذمت کر چکی ہے۔ اس کے خلاف سیاسی جدوجہد میں وہاں کے احمدیوں کا رویہ کیا ہونا چاہیئے۔؟

جواب:- فرمایا۔ عالمگیر جماعت احمدیہ کے سربراہ کی حیثیت سے کسی ایک ملک کے خاص حالات کے متعلق اس طرح رائے دینا میرے لئے ممکن نہیں کیونکہ اس طرح دوسرے ملکوں میں رہنے والے احمدیوں کا میرے بیان پر غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ لیکن یہاں میں یہ بتا سکتا ہوں کہ ایسے حالات میں اسلام کی اصولی اور بنیادی تعلیم کیا ہے اور اس قسم کی مشکلات کو اسلام کس طرح حل کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام میں کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اور کسی ظالم کے ظلم کے خلاف احتجاج کرنے کا طریقہ ان طریقوں سے بالکل مختلف ہے جو موجودہ زمانے میں سیاسی مشکلات کو حل کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ آج کل سیاسی احتجاج کرنے والے یہ جائز سمجھتے ہیں کہ تکلیف کسی سے پہنچی ہو اور اس کا بدلہ کسی اور سے لیا جائے۔ کسی حکومت کے ظلم کا بدلہ لینے کے لئے کسی معصوم انسان کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ ان کے نزدیک حکومت کو مجبور کرنے کا یہی ایک واحد طریقہ ہے کہ ملک میں انتشار اور خوف پیدا کر کے حکومت کو مطالبات ماننے پر مجبور کیا جائے۔ اسلام میں مسلمانوں کو اس طرح اندھا دھند بدلہ لینے کی پالیسی پر عمل کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ ایسی حرکتیں ذہنی شعور کے فقدان کا ثبوت ہیں۔ اسلام ایک مسلمان سے سمجھدار انسان کی طرح پیش آمدہ مشکلات کا حل نہایت دانائی اور عقلمندی سے سوچنے کی توقع رکھتا ہے۔ جماعت احمدیہ کو ہمیشہ مشکلات درپیش رہی ہیں جنہیں وہ اپنے خاص انداز میں مسلسل حل کرنے کی جدوجہد کرتی چلی آئی ہے اور قواعد و ضوابط کی سختی سے پابندی کرنے کے باوجود اس کو دوسرے لوگوں کی نسبت زیادہ کامیابی ہوئی ہے۔ واقعی میں جماعت احمدیہ کی سیاسی اور نیم سیاسی کوششیں دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں حیرت انگیز طور پر زیادہ بارآور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایسی تمام تحریکات عقلمندی اور ذہانت سے چلائی گئی تھیں۔ اب کشمیر کے معاملے پر نظر ڈالیں۔ دوسرے مسلمانوں نے جو تعداد میں احمدیوں سے سینکڑوں گنا زیادہ تھے بہت کوششیں کیں لیکن ان کی مساعی کو وہ کامیابی نصیب نہیں ہوئی جو کہ جماعت احمدیہ کی کوششوں کو نصیب ہوئی۔ حکومت برطانیہ نے ان کی منظم تحریک کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے اور گورنر پنجاب نے جماعت احمدیہ کے سربراہ سے رابطہ قائم کیا کہ ہم گفت و شنید کے لئے تیار ہیں۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ جماعت احمدیہ نے اپنی تحریک میں ہمیشہ قرآن کریم کے اصولوں کی پیروی کی ہے۔ اس لئے ہماری اس تحریک کا طریق کار دوسروں سے بالکل مختلف تھا۔ بعد میں جب احرار نے علامہ اقبال کی سرکردگی میں جماعت احمدیہ کو کشمیر سے نکالنے کی کوشش کی تو ہم اس تحریک سے دستبردار ہو گئے کیونکہ لڑائی جھگڑا کرنا ہمارا شیوہ نہیں۔ احرار نے جدید طریق اپنائے جس کی وجہ سے ان کی تحریک ناکام ہو گئی۔ جب بھی جماعت احمدیہ نے ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کے لئے تحریکات چلائی ہیں ان کی بنیاد انہوں نے ہمیشہ قرآن کریم کے اصولوں پر رکھی ہے جس کی وجہ سے وہ تحریکات دوسرے مسلمانوں کے مقابلے پر نمایاں طور پر مختلف رہی ہیں......

سوال:- حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پانی پر چلنے والے معجزے کی کیا حقیقت ہے؟

جواب:- فرمایا۔ ہر نبی کے معجزے دو قسم کے ہوتے ہیں جن کے قوانین اور حدود ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور یہ دونوں کبھی ایک دوسرے میں مدغم نہیں ہو سکتے۔ ایک قسم معجزوں کی وہ ہوتی ہے جو نہ ماننے والوں کو اس مذہب کی سچائی واضح کرانے کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔ ان کی حدود قرآن کریم اور دوسری مذہبی کتب نے متعین کر دی ہیں۔ دوسری قسم کے معجزے صرف ماننے والوں کے ازدیاد ایمان کے لئے دکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ معجزے اللہ تعالیٰ کی لامحدود طاقت کو دکھانے کے لئے ہوتے ہیں۔ ایسے معجزے ہر نبی نے دکھائے ہیں لیکن اپنے چند پیروکاروں کی موجودگی میں۔ ایسے معجزات کا باقی دنیا کے لئے ماننا ضروری نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پانی پر چلنے والا معجزہ اس دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ ایک کشفی کیفیت تھی جس میں عیسائیت کے مستقبل کے لئے عظیم پیشگوئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں کو مستقبل میں پانی پر زبردست برتری دی جائیگی اور عیسائیت دنیا کے ایک بڑے حصے پر پھیل کر ایک بڑی طاقت بن جائیگی فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت ثانیہ ہیں جو کہ محمدی سلسلہ میں ہونے کی وجہ سے موسوی سلسلہ سے زیادہ شاندار ہوگی ان کو ہوا پر برتری دی جائیگی۔ بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت عیسائیوں کا سمندر اور ہوا دونوں پر کنٹرول ہے۔ ہم اس پیشگوئی کی اصل حقیقت کا ابھی وقت اسی طرح اندازہ نہیں کر سکتے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس وقت کے پیروکار موجودہ زمانے کی بحری قوت کا اندازہ نہیں کر سکتے تھے اور یہ کوئی سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کس قسم کی برتری عیسائیوں کو حاصل ہوگی اسی طرح ہم بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کس قسم کی برتری ہوا پر دے گا۔ البتہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک وقت میں اسلام تیزی کے ساتھ تمام دنیا میں پھیل جائیگا اور جماعت احمدیہ کو ایک نئی قسم کی نہایت شاندار ہوائی طاقت بنا کر ہوا پر پورا کنٹرول دے دیا جائے گا۔

مجلس عرفان مورخہ یکم اگست ۱۹۸۶ء

سوال:- بما انزل الیک (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا) اور بما انزل من قبلک (جو پہلے نبیوں پر اتارا گیا) پر ایمان لانے کے بعد کیا مرزا صاحب پر ایمان لانا ضروری ہے اگر ہے تو کیوں؟ (ایک غیر از جماعت بھائی کا سوال)

جواب:- فرمایا۔ بما انزل الیک میں ہی سب کچھ آجاتا ہے۔ جب کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا تو اس آیت کی رو سے ہر اس چیز پر ایمان لائیگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہو۔ اب اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے آنے کی پیشگوئی کی ہو اور وہ اس پر ایمان نہ لائے تو بما انزل الیک کی نسبت سے اس کا ایمان مکمل کیونکر ہوگا۔ یہاں بحث صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پیشگوئیوں کے مصداق ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو پھر یہ دعوے سراسر غلط ہے کہ وہ بما انزل الیک میں کیسے داخل ہو گئے ہیں کیونکہ اس طرح عملاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

"قرآن جمیع تعلیمات دینیہ کا جامع ہے"
(الحق لدھیانہ)
پیشکش:- گلوب ربر مینوفیکچرس ۲ رابندرا سرنی کلکتہ ۷۳ ۷۰۰۰
فون:- 27-0441
گرام "GLOBEXPORT"

بعض احکامات کی وہ نافرمانی کر رہے ہیں۔ اسی لئے جماعت احمدیہ کا یہ مؤقف ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے باہر ہو کیونکہ اس طرح وہ بما انزل الیک کی حدود سے باہر ہو جائے گا۔ اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شریعت کو مکمل کرنے کی خاطر اور نیز یہ سمجھانے کے لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے باہر کوئی نبی نہیں آسکتا ایمان کو انزل الیک تک محدود کر دیا ہے پس اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ جب امام مہدی ظاہر ہو تو برف پر سے چل کر گھٹنوں کے بل جا کر اس کی بیعت کرو تو پھر امام مہدی پر ایمان لانا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے بما انزل الیک میں داخل ہو گا۔ اور جب کوئی امام مہدی پر ایمان نہیں لائے گا تو اس کا عمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے بالکل برعکس ہو گا۔ لہٰذا یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ وہ بما انزل الیک کی شرط پوری کر رہا ہے۔

س :۔ احمدی غیراز جماعت کا جنازہ کیوں نہیں پڑھتے ؟

ج :۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپؐ نے مقروض شخص (جو قرض ادا کئے بغیر فوت ہو جائے) کا جنازہ بھی نہیں پڑھا۔ اور اسی طرح بعض مسلمان کہلانے والے ایسے افراد آپؐ کے زمانے میں فوت ہوئے جن کی نماز جنازہ پڑھنے سے خود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو منع فرمایا دیا تھا لیکن آپؐ نے دوسرے مسلمانوں کو ان کا جنازہ پڑھنے کی اجازت دی لیکن خود نہیں پڑھا۔ اس سے ایک بات تو ثابت ہو گئی کہ جنازہ پڑھنا امت کا فرض کفایہ ہے۔ اگر امت میں سے ایک حصہ جنازہ پڑھ لے اور دوسرا حصہ کسی وجہ سے نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ اسی اصول کے تابع حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ سے ایک مرتبہ جب بذریعہ فون یہ دریافت کیا گیا کہ یورپ کے ایک ملک میں ایک ہوائی جہاز کے حادثہ میں بعض مسلمان بھی شہید ہو گئے لیکن ان کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں۔ اس کے متعلق کیا حکم ہے۔ حضورؒ نے فرمایا کہ ان کا جنازہ ضرور پڑھیں کیونکہ امت محمدیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا کوئی شخص جنازے کے بغیر دفن نہیں ہو سکتا۔ اس کا یہ جنازہ پڑھنا امت کا فرض اور اس شخص کا بنیادی حق ہے۔ جن لوگوں کے جنازے دوسرے پڑھنے والے موجود ہیں ان کا جنازہ پڑھنا سب کا فرض نہیں۔ امام مہدی کا انکار تو بہرحال اس سے بڑا اور زیادہ سنگین ہے جتنا کہ ایک مقروض شخص قرض ادا کئے بغیر مر جائے ان دونوں میں نمایاں فرق ہے۔ پس جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حق ہے کہ وہ قرض دار کا جنازہ نہ پڑھیں۔ ایسے ہی آپؐ کی سنت سے بھی ثابت ہے کہ اگر کوئی ایسا شخص ہے جو فاسق ہے تو تمہیں حق ہے کہ اس کا جنازہ نہ پڑھو لیکن شرط یہ ہے کہ کچھ اور لوگ اس کا جنازہ پڑھ رہے ہوں۔ پس امام مہدی کا نہ ماننا ان تمام باتوں سے زیادہ اہم ہے۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جنازہ پڑھنے سے منع فرمایا اس شرط کے ساتھ کہ امت کا ایک حصہ ان کا جنازہ پڑھنے والا ہو فرمایا کہ بات صرف اتنی ہی نہیں تھی بلکہ فتنے سے بچنے کی خاطر ایسا حکم دیا گیا تھا اور اس مسئلے کا آغاز بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں کیا تھا بلکہ آپؑ نے فرمایا تھا کہ سالہا سال سے آپ لوگ مجھ پر کفر کے فتوے لگا رہے ہیں ان سے باز آ جائیں ورنہ میں بھی مجبور ہو جاؤں گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی روشنی میں آپ لوگوں کو کافر قرار دیدوں۔ آپ نے ان حدیثوں کا حوالہ دیا اور مسلسل یہ اعلان کرتے رہے اور پھر بھی جب علماء باز نہ آئے تب آپ نے فتویٰ دیدیا۔ چنانچہ اس فتوے کے بعد تو پھر نماز جنازہ پڑھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ شرط لگا دی کہ اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مکفر و مکذب نہ مانے اور اگر اس سے پوچھا جائے تو وہ انکار نہ کرے اور آپ کو جھوٹا نہ کہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے آپ کے اس فتوے کا اطلاق ایسے شخص پر نہیں ہو گا اگر کوئی یہ مؤقف اختیار کرے کہ علماء غلط کہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعاوی میں کوئی جھوٹ نہیں بولا تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ اگر وہ لوگوں کے سامنے ایسی بات کہنے کو تیار نہ ہو تو وہ منافق ہے۔ صرف اعلان کرنے والے کو علم نہیں کہ باقی تمام فرقوں نے دوسرے فرقوں کے متعلق جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ دیا ہوا ہے۔ جماعت احمدیہ صرف ایک جماعت ہے جس نے کسی فرقے کے خلاف جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ نہیں دیا۔ ہمارے فتوے کی وہ نوعیت ہی نہیں جو ان کے فتووں کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی جگہ یہ نہیں فرمایا کہ شیعہ کا جنازہ نہیں پڑھا جا سکتا یا سنی اور وہابی کا بلکہ فرمایا ہے کہ تم نے مجھے بطور امام مانا ہے اور جو مجھے جھوٹا اور مکذب یا خدا پر جھوٹ بولنے والا سمجھتا ہے اس کا جنازہ نہ پڑھو۔ یہ ایک بات ہے کیونکہ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نعوذ باللہ جھوٹا سمجھتا ہو اس کے لواحقین کی تو یہ دلی خواہش ہونی چاہیئے کہ ہم ان کا جنازہ نہ پڑھیں ایک طرف تو ہمیں جھوٹا، مکذب اور خدا پر افتراء باندھنے والا سمجھتے ہیں اور دوسری طرف یہ خواہش ہے کہ ہم ان کا جنازہ پڑھیں۔ اس میں تضاد ہے۔ ان کے لئے تو یہ باعث رحمت ہونا چاہیئے کہ ہم ان کا جنازہ نہیں پڑھتے ایک بھی جگہ مجھے دکھائیں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ لکھا ہو کہ سنی یا شیعہ کا جنازہ نہ پڑھو۔ آپؑ نے سب کو برابر قرار دیا ہے صرف اس شرط کے ساتھ کہ وہ مجھے مفتری قرار نہیں دیتا اور دین میں فتنہ داخل کرنے والا قرار نہیں دیتا تو اس کا جنازہ پڑھ لو لیکن مجھے مکفر اور مکذب کہنے اور سمجھنے والے کا جنازہ نہیں پڑھنا اور نہ ہی اس کے پیچھے نماز پڑھنی ہے

مجلس عرفان مورخہ ۸ راگست ۱۹۸۶ء

س :۔ کیا کسی غیراز جماعت کی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے ؟

ج :۔ فرمایا۔ اگر وہ شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق مکذب مکفر اور متردد نہیں اس کی نماز جنازہ ہو سکتی ہے۔ متردد کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔ اس کو پیغام بھی مل چکا ہے لیکن وہ شک میں مبتلا ہے ایسے شخص کے متعلق جنازہ پڑھنے کی اس لئے اجازت نہیں کیونکہ بعض اوقات منافقت بھی اس شخص کو فیصلہ کرنے سے روکتی ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کے متعلق بھی ارشاد ہے کہ نماز جنازہ نہیں پڑھنی اس سلسلے میں دوسری بات جس کو میں پہلے بھی بتا چکا ہوں وہ یہ ہے کہ صرف جماعت احمدیہ ہی وہ واحد جماعت ہے جس کا یہ فتویٰ نہیں کہ فلاں فلاں فرقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھو۔ صرف یہ کہا گیا ہے کہ ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھو جو اس کی تردید کرنے والا ہو جس کو ہم سچا امام سمجھتے ہیں اور اس فیصلے کے لئے جماعت احمدیہ مجبور بھی ہے کیونکہ تمام مسلمان علماء و فقہا کا متفقہ فیصلہ آج بھی یہی ہے کہ امام مہدی خدا کی طرف سے مقرر ہو گا۔ اور جو شخص امام مہدی کا انکار کرے گا وہ عملاً اسلام سے باہر ہو گا خدا کے مقرر کردہ امام کا انکار ایک معمولی بات نہیں۔ یہاں یہ بحث نہیں کہ اس نے انفرادی طور پر کوئی قدم اٹھایا ہے یا نہیں کیونکہ عملاً وہ منکرین کے دائرہ میں موجود ہے۔ مسلمانوں کے اس متفقہ فیصلہ کی موجودگی میں جماعت احمدیہ ایسے شخص کے متعلق فتویٰ دینے پر مجبور ہے۔ کیونکہ امام وقت کے انکار کا یہ ایک منطقی نتیجہ ہے۔ ہم پر اعتراض کرنے والے خود تو دنیاوی خود ساختہ آئمہ کرام کے انکار پر بھی اسلام سے خارج ہونے کے فتاویٰ دیتے ہیں ہمارا فتویٰ تو اس بنیاد پر ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا کا مقرر کردہ امام سمجھتے ہیں۔ ان کے اعتراض کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس میں سنجیدگی بالکل نہیں۔ اعتراض کرنے والا یہ تاثر دیتا ہے کہ اگر ایسا فتویٰ موجود نہ ہو تو ہم احمدی ہو جاتے حالانکہ ان کے اپنے فتاویٰ ہمارے متعلق اس سے کئی گنا سخت ہیں اور حقیقت حال یہ ہے کہ ان کا رویہ یہ ہے کہ اگر کوئی احمدی جنازہ پڑھنا چاہے تو اس کو نہ پڑھنے دو۔ میرے علم میں جتنے جھگڑے آئے ہیں وہ یہ ہیں کہ بعض افراد جو احمدی ہو گئے تھے ان کا جنازہ بھی یہ ہم کو پڑھنے نہیں دیتے اور ان کا عملاً احمدیوں کو جنازہ نہ پڑھنے دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اعتراض محض بہانہ ہے جن لوگوں کا یہ مؤقف ہو کہ کسی احمدی کے دفن ہونے سے ان کا قبرستان ناپاک ہو جاتا ہے اور وہ دفن ہوئے مردے کو اکھاڑ کر باہر پھینکنے پر انتظامیہ کو مجبور کریں۔ ان کو ہم سے یہ شکوہ ہے کہ ہم ان کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ تمام فرقوں کا ایک دوسرے کے متعلق جنازہ نہ پڑھنے کا فتویٰ ہے۔ جو لوگ دوسرے لوگوں کا جنازہ پڑھتے ہیں وہ بے عمل ہیں اور اپنے مذہب کے خلاف کرتے ہیں وہ اپنے فرقوں کے وفادار نہیں ہمارے لئے مشکل یہ ہے کہ ہم دین میں مخلص ہیں اور اپنے تعلقات کی بناء پر دینی قدروں کو نہیں چھوڑتے۔ یہ فرق حوصلے کی کمی اور زیادتی کا نہیں بلکہ عظمت کردار کا فرق ہے۔ ہم با اصول لوگ ہیں اور ذاتی محبت رکھنے کے باوجود اپنے اصول کو قربان نہیں کرتے ایک احمدی باوجود شدید محبت اور خواہش کے اپنے غیراز جماعت والدین کا یا بھائی بہنوں کا

جنازہ نہیں پڑھ سکتا تو یہ اسکی قربانی کی معراج ہے۔ یہ نہیں کہ اس کا دل نہیں چاہ رہا ہوتا اس کا دل شدت غم سے کٹ رہا ہوتا ہے۔ لیکن وہ اپنے اصولوں کی وجہ سے ایک عظیم قربانی کر رہا ہوتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ ہماری جماعت ایک صاحب کردار جماعت ہے اور اس نے دین کو حقیقت میں دنیا پر مقدم کر لیا ہے جبکہ دوسرے فرقوں کے لوگ معمولی باتوں پر اپنے اصولوں کو قربان کر دیتے ہیں۔

س:۔ کیا خلیفۂ وقت کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی زندگی میں اپنی مجلس شوریٰ سے مشورہ کر کے اپنا جانشین مقرر کر جائے؟

ج:۔ مشورہ کرنا بھی ضروری نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کے متعلق قرآن وحدیث سے کوئی سند قطعی طور پر نہیں دی جاسکتی لیکن حضرت عمرؓ کے ارشاد کی روشنی میں اور بعض مصالح کے پیشِ نظر جماعت احمدیہ کا مؤقف یہ ہے کہ ایک خلیفہ جو خود منتخب ہو اگر وہ ایسے حالات دیکھے کہ جن سے فتنے کا خطرہ ہو تو اُسے یہ حق ہے کہ وہ اپنے بعد اپنا جانشین مقرر کر جائے لیکن ایسا جانشین خلیفہ جو کسی خلیفہ کے ذریعے مقرر کردہ ہو اُسے پھر یہ حق نہیں کہ وہ آئندہ کے لیے جانشین مقرر کر سکے۔ یہ اجازت صرف ایک قدم تک ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا یہ مؤقف تھا کہ اگر خلیفۂ وقت یہ سمجھے کہ جماعت پر فتنے کا ایسا وقت ہے کہ اس کے لئے خلیفہ کو نامزد کر دینا بہتر ہے تو جماعت کے عمومی مصالح کے پیشِ نظر وہ ایسا کر سکتا ہے لیکن ایسی حالت میں بھی وہ اپنے بیٹے کو ہرگز نامزد نہیں کر سکتا۔

فرمایا کہ ذاتی طور پر میں اس حق میں نہیں ہوں کہ نامزد کرنے کے لئے ایسے حوالوں کو رواج دیا جائے یا اس کے لیے سند حاصل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر جو اس معاملے میں کام کر رہی ہوتی ہے اس کو خواہ مخواہ مشتبہ کرنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ چند لوگوں کو ذریعہ بنا کر اپنی منشا جاری کر دیتا ہے اور ایک بھاری اکثریت کا اس فیصلے کو قبول کر لینا اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کے پیچھے کارفرما ہوئی ہے۔

س:۔ کیا کسی غیر مسلم کو "السلام علیکم" کہنا جائز ہے؟ حضرت امام مالکؒ نے باب السّلام میں کسی غیر مسلم کو سلام کرنے سے منع فرمایا ہے اور کفارہ ادا کرنے کی تلقین کی ہے۔

ج:۔ فرمایا کہ قرآن کریم یا کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں بلکہ ایک حدیث ملتی ہے جس میں کسی بد بخت یہودی نے آپؐ کو السّام علیکم کہا اور آپؐ نے اس کے جواب میں علیکم فرمایا۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے آپؐ کو توجہ دلائی کہ اس نے آپؐ کو السلام علیکم نہیں کہا جس پر آپؐ نے فرمایا کہ میں نے بھی تو علیکم ہی کہا ہے۔ آپؐ نے اس وقت یہ بحث نہیں اٹھائی کہ وہ تو یہودی تھا اسکو جواب کیوں دیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر وہ السلام علیکم کہتا تو آپ بھی وعلیکم السلام فرماتے۔ دوسری بات اس سلسلے میں یہ ہے کہ مسلمان کو تو یہ بھی حکم ہے کہ اگر کوئی ہدیہ دے تو تم اس سے بہتر دو۔ اسلام نام ہے اُس مذہب کا جو تمام دنیا کے لئے ہے۔ اس لئے مسلمان کا پیغام ہر انسان کے لئے السلام علیکم کا ہے۔ جب کسی کو اسلام کا پیغام پہنچایا جائے تو اس کا مطلب ہی سلامتی کا پیغام ہے۔ اس کے ایک معنے امن دینے کے ہیں۔ قرآن کریم تو فرماتا ہے کہ جاہلوں کو بھی سلام کرو۔ (واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما) صرف عام آدمیوں کو ہی نہیں بلکہ اُن کو بھی جو تمہیں تکلیف پہنچا رہا ہے، یا تمہارے مذہب کے خلاف باتیں کر رہا ہو اس کو بھی سلام کہو۔ اس کا مطلب ہے اس پر سلامتی بھیجی گئی ہے۔ یہ حضرت امام مالکؒ کا ذاتی فتویٰ ہوگا۔ کیونکہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں اور حدیث میں تو صاف آتا ہے کہ

السلام علیٰ من عرفت ومن لم تعرف کسی کو پہچان یا نہ پہچان تو اُسے سلام کہو۔ اگر یہ اتنا بڑا گناہ ہوتا کہ کفارہ ادا کرنا پڑتا تو یہ حکم ملتا کہ جسے پہچان تو اس کو سلام کرو۔ اور جس کے متعلق علم نہ ہو کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں اُسے سلام نہ کرو۔

س:۔ کیا کسی مجدد کیلئے دعوئے مجددیت ضروری ہے اور کیا کوئی ایسا مجدد ہے جس نے ایسا دعویٰ کیا ہو؟

ج:۔ فرمایا میرے علم میں قطعی طور پر صرف ایک شخص تیمور ہے جس نے اپنے مجدد ہونے کا اعلان کیا ہے۔ بعض اور مجددین کے متعلق میں نے پڑھا ہے کہ انہوں نے اعلان کیا ہے لیکن مجھے قطعی یاد نہیں کہ وہ کون ہیں۔ تیمور کے متعلق بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مجدد تھا اور اس نے اس کا اعلان بھی کیا ہے۔ اس کے مجدد کہلانے کی وجہ یہ تھی کہ منگول قوم نے جب اسلام قبول کیا تو بہت کثرت سے مشرکانہ رسومات بھی اسلام میں داخل ہوگئیں۔ تیمور نے توحید کا جھنڈا اُٹھایا اور نہایت حکمت عملی اور زور کے ساتھ توحید خالص کو قائم کیا۔ اس نے خود لکھا ہے کہ میں اپنے زمانے کا مجدد ہوں کیونکہ میرے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بہت عظیم الشان خدمت اسلام کروائی ہے لیکن اکثر مجددین نے بالکل اعلان نہیں کیا۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خاص خدمت کی توفیق دیتا ہے اور وہ جاری ہو جاتی ہے اور ان کے جانے کے بعد لوگ جب اُن کے گزرے ہوئے زمانہ کو دیکھتے ہیں تو وہ دَور انہیں ایک خاص روشنی کا دَور نظر آتا ہے اس لئے وہ اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ یقیناً مجدد ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے سوا کوئی عالمی مجدد نہیں آیا۔ آپ چونکہ صرف چودہویں صدی کے مجدد ہی نہیں تھے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں امام مہدی بھی تھے اس لئے آپؑ کا دعویٰ عالمی تھا۔ بہت سے علماء کا یہ خیال تھا کہ مجدد بیک وقت کئی ہو سکتے ہیں۔ میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ ایک صدی میں آپ کو کئی مجدد نظر آئیں گے۔ جو اپنے اپنے علاقے میں تجدید دین کرتے ہیں اور اس کا ثبوت یہ بھی ہے کہ مسلمان فرقوں کا مجددین کے ناموں پر اتفاق نہیں ہے۔ شیعہ جن کو آئمہ مانتے ہیں ضروری نہیں کہ وہ اہل سنت کے نزدیک بھی آئمہ کرام ہوں اور سنی جن کو مجدد سمجھتے ہیں شیعہ حضرات کو اُس سے اتفاق نہیں۔ اس لئے ہرگز یہ بعید نہیں کہ ایک وقت میں ایک سے زیادہ مجددین ہوں۔ یہ لوگ منکسر المزاج ہوتے ہیں اور چونکہ مامور نہیں کئے جاتے اس لئے اپنی مجددیت کا اعلان نہیں کرتے جبکہ مامور اعلان کرنے پر مجبور ہوتا ہے اور یہی مجدد اور مامور میں فرق ہے۔ مامور کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنا اعلان کرو اور مجدد کو چونکہ ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوتا اس لئے خاموش رہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں تجدید دین کے کام کے نتیجے میں اپنے مجدد ہونے کا علم ہوتا ہو لیکن چونکہ وہ خدا کے نیک بندے ہوتے ہیں اس لئے لوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول نہیں کرتے اور خاموشی سے خدمت کرتے رہتے ہیں۔

مجلس عرفان مورخہ ۹ر اگست ۱۹۸۶ء

س:۔ کیا وحی اور الہام کے لئے ضروری ہے کہ حضرت جبرائیلؑ ہی لیکر آئیں؟

ج:۔ فرمایا کہ اس کائنات کے نظام کا ہر حکمہ کسی نہ کسی سپریم طاقت کے تابع ہے جو خدا کی ہدایت کے مطابق کام کر رہی ہے۔ حضرت جبرائیلؑ مواصلات کے نظام کے سردار ہیں۔ لہٰذا اگر پیغام لانے والا کوئی اور بھی ہوگا تو وہ حضرت جبرائیلؑ کے تابع ہی ہوگا۔ اس دنیا کا بھی یہ دستور ہے کہ جتنا بڑا اور اہم پیغام ہوتا ہے اس کے مطابق بڑی اور اہم شخصیت کو اس پیغام کے پہنچانے پر فائز کیا جاتا ہے۔ بعض پیغامات پہنچانے کے لئے سفیر خود جاتے ہیں اور اگر پیغام زیادہ اہم ہو تو ملک سے خاص وفد اس پیغام کو لیکر جاتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ یہی سلوک فرماتا ہے کیونکہ دنیا کی نظر میں ان کو اعزاز بخشنے کے ساتھ ساتھ ان کا مرتبہ بلند کرنا بھی مقصود ہوتا ہے۔ نیز پیغام کی اہمیت کا تقاضہ بھی یہی ہوتا ہے کہ اسے غیر معمولی اہمیت کے ساتھ پہنچایا جائے۔ اس لئے حضرت جبرائیلؑ خود ہی لیکر آتے ہیں لیکن فرق یہاں پر بھی ہے۔ عام انبیاء کے لئے حضرت جبرائیلؑ ایک شکل میں آتے ہیں، اور خاص انبیا کیلئے دوسری شکل میں خود حضرت عیسیٰؑ کو کبوتر کی شکل میں نظر آئے اور آنحضرتؐ کو مرد کامل کی شکل میں بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ افق سے افق تک حضرت جبرائیلؑ کا وجود پھیلا ہوا تھا اور بعض اوقات وہ ایک انسان کے برابر تھے۔ بعض دفعہ ایک سائل کی شکل میں بھی آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت جبرائیلؑ اپنی اعلیٰ شان میں بھی آئے اور شان کے مختلف پہلوؤں میں بھی آئے لیکن ضروری نہیں کہ ہر نبی کے سامنے حضرت جبرائیلؑ اسی شان سے ظاہر ہوں۔ حضرت جبرائیل کے آنے کے رنگ کا بعض اوقات مضمون سے بھی تعلق ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے پاس کبوتر کی شکل میں آنا بھیثیت کے پیغام میں غیر معمولی نرمی کے پہلو کو نمایاں کرتا ہے۔ کبوتر میں جلالی نہیں بلکہ جمالی شان تھی۔ الغرض تمام مواصلات کا نظام حضرت جبرائیلؑ کے سپرد ہے اور حسب مراتب اور موقعہ کی مناسبت سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ پیغام کون لے کر جائے اور کس شکل میں لے کر جایا جائے گا۔

سوال :۔ ہڑتال کے متعلق اسلام کیا حکم دیتا ہے ؟

جواب :۔ فرمایا کہ ابتدا میں تو جماعت احمدیہ کا مؤقف یہ تھا کہ ہڑتال ایک قسم کی بغاوت کا رنگ رکھتی ہے۔ لہٰذا جماعت احمدیہ کو اس میں حصہ نہیں لینا چاہیئے لیکن اب تمام حکومتوں نے ہڑتال کو قانوناً جائز قرار دے کر تمام UNIONS کو نہ صرف پاکستان میں بلکہ تمام دنیا کی ASSOCIATIONS کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے نئے حالات کی روشنی میں جماعت احمدیہ کا مؤقف بھی مختلف ہوگا۔ اب وہ ہڑتال جسے عدالت خلاف قانون قرار دے، اس میں احمدیوں کو حصہ نہیں لینا چاہیئے لیکن وہ ہڑتال جسے عدالت خلاف قانون نہ قرار دے اس میں اگر احمدی حصہ لے بھی لے تو وہ قانون شکنی نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ ہر شخص کا ذاتی حق بھی ہے۔ اگر کوئی شخص ہڑتال میں اپنے ذاتی نظریات کی وجہ سے حصہ نہ لینا چاہئے تو یہ اس کا بنیادی حق ہے۔ اس کو مجبور کرنے کا کسی کو حق نہیں کہ وہ ضرور ہڑتال میں حصہ لے۔ آج کل زیادہ تر جھگڑوں کی بنیاد یہی ہے کہ اپنی ہڑتال کو ناکام ہوتا دیکھ کر دوسروں کو زبردستی شامل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو کہ غلط ہے۔

سوال :۔ اگر عید اور جمعہ اکٹھے آجائیں تو انہیں الگ الگ پڑھنا چاہیئے یا دونوں کی نماز اکٹھی پڑھ سکتے ہیں۔

جواب :۔ فرمایا کہ دونوں طریق درست ہیں۔ جب عید اور جمعہ کو اکٹھے ملاکر پڑھ لیا جائے تو نماز ظہر الگ پڑھ لی جاتی ہے۔ لیکن ایک استنباط یہ بھی ہے کہ چونکہ ظہر کی نماز جمعہ میں داخل ہو جاتی ہے اور جمعہ بھی عید کے ساتھ پڑھنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھنی ضروری نہیں۔ ایک دفعہ احمدیت کی تاریخ میں ایسا بھی ہوا ہے ورنہ اس سے پہلے ہمیشہ یہ فیصلہ کیا کرتے تھے کہ جمعہ اور عید ملاکر ادا کیئے جائیں یا علیحدہ علیحدہ۔ جب اکٹھے ادا ہوتے تو نماز ظہر الگ پڑھی جاتی تھی لیکن ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ایک تیسرے پہلو کے مطابق ظہر کی نماز کو بھی عید اور جمعہ میں شامل کر دیا۔ اس پر لوگوں نے خوب شور مچایا۔ چنانچہ علماء نے حوالے نکال کر ثابت کیا کہ اگر کوئی شخص ظہر کو جمعہ میں مدغم سمجھتا ہے تو اس کا حق ہے کہ وہ یہ فیصلہ کرے کہ اگر جمعہ پڑھ لیا تو ظہر بھی ہوگئی۔ یہ کوئی خلاف شرع واقعہ نہیں ہوا۔ اس لئے شور مچانے کا کوئی جواز نہیں اور یہ طریق درست ہے اور یہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا مؤقف تھا۔ عام طور پر جو طریقہ مستحسن سمجھا جاتا ہے یا جس کو مستحب یا رائج طریق کہا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ اگر جمعہ اور عید کو ملاکر پڑھ لیا جائے تو ظہر کی نماز الگ پڑھ لی جائے کیونکہ ایسے لوگوں کو جو اس ابہام کو سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے، غیر ضروری طور پر فتنے میں نہ ڈالا جائے۔

سوال :۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنے والے شخص کے لئے کیا روزہ رکھنا ضروری ہے ؟

جواب :۔ فرمایا کہ ہاں! یہ ضروری ہے۔ ویسے اگر کوئی شخص اعتکاف کرنا چاہے تو اس کے لئے روزے کی شرط نہیں لیکن رمضان کے آخری عشرہ میں روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہو سکتا۔

سوال :۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش PARTHENOGENESIS کا نتیجہ ہے ایسی پیدائش والے لوگ میڈیکل حقائق کے مطابق آئندہ نسل پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں کا دعویٰ کہاں تک درست ہے جو اپنے آپ کو حضرت عیسیٰؑ کی اولاد میں سے بتاتے ہیں ؟

جواب :۔ فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شادی کرنے اور بچے پیدا کرنے کا کوئی تاریخی ثبوت ہمارے پاس نہیں۔ ایسے دعویٰ کرنے والے زبانی دعویٰ کرتے ہیں اور کوئی ٹھوس ثبوت مہیا نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق حتمی طور پر آج تک کسی نے یہ ثابت نہیں کیا کہ آپ کی پیدائش PARTHENOGENESIS کے نتیجہ میں ہوئی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اور بات کے نتیجہ میں ہوئی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اسرار خلق در مخفی ایسے بھی ہو سکتے ہیں جن پر ابھی تک انسان کی نظر نہ پڑی ہو کوئی شخص اسبات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالیٰ قانون قدرت کے تابع ایسی تخلیق کرنے پر قادر ہے جو معمول سے ہٹ کر ہو۔ اس لئے یہ نتیجہ نکال لینا کہ آپ کی پیدائش لازمی طور پر PARTHENOGENESIS کے نتیجہ میں ہوئی ہے اس لئے آپ پیدائش کرنے کے اہل نہیں تھے میرے نزدیک درست نہیں۔ یہ ایک ایسا عیب ہے جسے انبیاء کی طرف منسوب کرنے کو میری طبیعت قبول نہیں کرتی اور کسی کی طبیعت اسے قبول کرتی ہے تو عیب لگانے سے پہلے وہ اسبات کا ثبوت مہیا کریں میرے خیال میں آپ کی اولاد اس زمانہ میں اس لئے نہیں ہوئی ہوگی کہ انہوں نے شادی نہ کی ہوگی۔ شادی نہ کرنے کے نتیجہ میں اولاد کا نہ ہونا دوسری بات ہے اور شادی کرکے اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہونا اور بات ہے۔

فرمایا کہ میرے ذاتی خیال میں وجہ وہی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ نازل ہوں گے تو وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شادی کرنے اور اولاد پیدا کرنے کا خاص طور پر ذکر کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ پہلے مسیح نے ایسا نہیں کیا تھا۔ کم از کم میں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نہ شادی کی اور نہ ہی بچے پیدا کیئے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرما دیا کہ جب آپ کی مثیل آئے گی تو وہ مسیح شادی بھی کرے گا اور اس کے اولاد بھی ہوگی۔ تاکہ کوئی اسبات پر اعتراض نہ کرے کہ پہلے نے نہیں کی تو دوسرے کو بھی مماثلت کی وجہ سے نہیں کرنی چاہیئے تھی۔

مجلس عرفان مورخہ ۱۲ر اگست ۱۹۸۶ء

سوال :۔ اسلام نے غلامی کو شراب اور سود کی طرح فوری طور پر ختم کیوں نہیں کیا ؟

جواب :۔ فرمایا کہ اسلام نے غلامی کے نظام کو دو وجوہات کی بنا پر فوری طور پر ختم نہیں کیا۔ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اس زمانے میں جنگ کا مروجہ طریق کار اور جنگی قوانین کے مطابق جب دو فریق ایک دوسرے کے خلاف میدان جنگ میں نبرد آزما ہوتے تو وہ ایک دوسرے کے جنگی قیدیوں کو غلام بنا لیا کرتے تھے۔ کیونکہ جنگی قیدیوں کے مسئلہ کو حل کرنے کا ان کو ایک یہی طریقہ معلوم تھا۔ کہ جنگی قیدیوں کو مختلف گھرانوں کی نگرانی میں دیدیا جائے لہٰذا اگر فریق مخالف مسلمان جنگی قیدیوں کو غلام بنا کر ان پر ہر قسم کا ظلم وستم روا رکھتے تو مسلمان کے سامنے اور کوئی چارہ کار نہیں رہ جاتا تھا کہ فریق مخالف کے جنگی قیدیوں کو غلام بنا کر نہ صرف یہ کہ ان پر ظلم نہ کریں بلکہ ان سے برادرانہ سلوک کریں۔ مسلمانوں نے جنگ میں کبھی ابتداء نہیں کی لیکن جب ان کو مجبوراً مدافعانہ جنگ لڑنی پڑی تو وہ جنگی قیدیوں کو کیا کرتے اگر انہیں چھوڑ دیا جاتا تو وہ واپس جاکر دشمن کی قوت میں اضافے کا باعث بنتے۔ موجودہ دور کا CAMP اور قید خانہ کا اس وقت کوئی تصور موجود نہ تھا اور نہ ہی اقتصادی لحاظ سے ایسا کرنا ممکن تھا اگر اسلام غلامی کو یکسر ختم کر دیتا تو جنگی قیدیوں کے مسئلے کا حل ان کے پاس نہیں رہ جاتا تھا۔ یہ مسئلہ ان کو انفرادی طور پر لوگوں کی نگرانی میں دے کر ہی حل ہوسکتا تھا۔ اگر ان کو غلام بنا کر نہ رکھا جاتا تو جن لوگوں کے سپرد ان کو کیا جاتا، ان پر ان کا بوجھ پڑ جاتا اور بجائے اس کے کہ اس قوم کو سزا ملتی جس نے جنگ کی ابتداء کی ان لوگوں کو سزا ملتی جنہیں مجبوراً جنگ لڑنی پڑی انصاف کا تقاضہ یہی تھا کہ محدود وقت کے لیے غلامی کو برقرار رکھا جائے اسلام نے یہ شرط لگاکر کہ کوئی شخص کسی اور طریقے سے غلام نہیں بنایا جائیگا۔ غلامی کو ختم کرنے کی طرف پہلا قدم اٹھایا۔

دوسری وجہ غلامی کو فوری طور پر ختم نہ کرنے کی یہ تھی کہ اس وقت کے اقتصادی نظام کا انحصار ایک مدت مدید سے غلاموں پر چلا آتا تھا غلام ان لوگوں کا اثاثہ متصور ہوتے تھے۔ صرف عرب ہی نہیں بلکہ ان ممالک میں بھی جہاں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا۔ یہ طریقہ رائج تھا جس طرح موجودہ زمانے کا اقتصادی نظام بینکاری اور سود پر چل رہا ہے اسی طرح اس زمانے کی اقتصادیات کا دارو مدار غلاموں پر تھا اور سود کا نظام نہ ہونے کے برابر تھا۔ سود کے ذریعہ صرف ضرورت مند لوگوں کو EXPLOIT کیا جاتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے سود کو فوری طور پر ختم کر دیا اور غلامی جس پر کہ اس وقت کی قریباً تمام دنیا کی ECONOMY کا انحصار تھا بتدریج ختم کرنے کی داغ بیل ڈالی اسلام نے غلامی کے متعلق ایسے قوانین اور اصول مقرر کردیئے جن پر عمل کرنے سے غلامی خود بخود اپنی موت مر گئی۔ غلامی کے نظام میں بعض پہلو سخت نفرت انگیز تھے۔ اسلام نے فوری طور پر ان کی طرف توجہ کی۔ مثلاً سب سے پہلے آقا اور غلام کا رشتہ ہے اسلام سے پہلے غلاموں پر شدید ظلم کیا جاتا اور ان کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر ہوتی تھی۔ لیکن اسلام نے غلاموں کے حقوق مقرر کر دیئے۔ حضور نے فرمایا کہ جہاں تک مجھے علم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی واقعہ ایسا نہیں ملتا جہاں ان حقوق کو نظر انداز کیا گیا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک

اپنے غلاموں سے اسلام کے نفاذ سے قبل ہی اتنا مشفقانہ اور محبت والا تھا کہ جب آپ کے ایک غلام کے والدین تلاش بسیار کے بعد اپنے بیٹے کو لینے کے لئے آئے تو آپؐ نے غلام کو بخوشی اپنے والدین کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی لیکن آپؐ کا وہ غلام والدین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیتا ہے اور آنحضرتؐ کی صحبت اور غلامی کو والدین کے ساتھ جانے اور آزادی پر ترجیح دیتا ہے۔ قرآن کریم نے غلاموں کے ساتھ جو سلوک کرنے کا حکم دیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کر کے دکھا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بتایا کہ ایک غلام کو اس طرح کا کھانا کھلاؤ جس طرح کا تم خود کھاتے ہو۔ اُس طرح کا لباس پہناؤ جس طرح کا خود پہنتے ہو اور اُن سے کوئی ایسا کام جو بھی کہ کرتے ہوئے تم یہ محسوس کرو کہ تمہارے مقام مرتبے کے خلاف ہے اور گا ہے لگا ہے تم اپنے غلام کو بٹھا کر اُس کے آگے خود کھانا پیش کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سب کچھ خود کر کے دکھایا اور صحابہ کرام نے فوری طور پر آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قرآن کریم کی اُس تعلیم پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کو مارنے سے بالکل منع فرما دیا تھا۔ حضرت ابو مسعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنے غلام کی کسی حرکت پر ناراض ہو کر اُسے مار رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید غصے میں بھری ہوئی آواز سنائی دی کہ اے ابو مسعود! تم کیا کر رہے ہو؟ اس پر مجھے فوراً ہوش آ گیا اور میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منہ کر کے عرض کی کہ اے خدا کے رسول! میں نے اس غلام کو آزاد کیا۔ اس پر آپ نے جواب دیا کہ ہاں ابو مسعود! تم نے بہت اچھا کیا ورنہ تم دوزخ میں جاتے۔

بیت المقدس کے سفر میں دنیا کی نظروں نے وہ حیرت انگیز نظارہ بھی دیکھا کہ حضرت عمرؓ جیسی شان اور دبدبے والا خلیفہ جتنا وقت خود خچر پر بیٹھتا اُتنے ہی وقت کے لئے غلام کو بھی خچر پر بٹھاتا اور جب سفر ختم ہوتا ہے تو لوگ دیکھتے ہیں کہ غلام خچر پر بیٹھا ہے اور امیر المومنین اس خچر کی لگام پکڑے آگے آگے چل رہے ہیں کیا دنیا کی کوئی اور قوم غلاموں یا نوکروں کے ساتھ مساویانہ سلوک کی ایسی ہی مثال پیش کر سکتی ہے؟

اسی طرح حضرت علیؓ کا کپڑا خریدتے وقت یہ اصرار کہ مجھے ایک ہی طرح کے دو کپڑوں کی ضرورت ہے تاکہ میں اپنے غلام کو بھی ویسا ہی لباس پہنا سکوں جیسا کہ خود پہنوں۔

غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی مندرجہ بالا مثالیں استثنائی حیثیت کی حامل نہیں بلکہ ایک عام رواج تھا اور اسلامی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے

حضور نے فرمایا کہ اب میں وہ طریقے بیان کروں گا جو اسلام نے غلامی کو بتدریج ختم کرنے کے سلسلے میں اختیار کئے

(۱)۔ اسلام نے غلام بنانے کے باقی عام طریقوں کو ختم کر کے صرف خونریز جنگ کے بعد ہی غلام بنانے کا حکم باقی رکھ کر نظام غلامی کی جڑوں پر کاری ضرب لگائی۔ اس طرح غلام بنانے کو جنگ تک محدود کر دیا۔

(۲)۔ اس وقت کے غلاموں کو یہ حق دیا کہ وہ اپنے آقا کو اتنی رقم دے کر قسطوں پر ادا کرنے کا وعدہ کر کے آزادی حاصل کر سکیں جتنی ان پر خرچ کی گئی ہے۔ اگر آقا آزادی دینے کو تیار نہیں تو ایسا غلام اسلامی شریعت کورٹ میں جا کر یہ حق لے سکتا تھا۔ بہت سے غلاموں نے اس طریقے سے مکاتبت پر آزادی حاصل کی اور بعد میں خود کما کر اپنی قیمت قسطوں پر ادا کر دی۔

(۳)۔ اسلام نے کوتاہیوں اور غلطیوں کی سزا کے طور پر غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم دیا۔ قرآن کریم نے تقریباً ہر سزا کا ایک حصہ غلام آزاد کرنا قرار دیا اور اس طریقے سے بے شمار غلام آزاد کئے گئے۔

(۴)۔ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے بغیر کسی سزا یا مکاتبت کے صحابہ کرام نے غلام آزاد کئے۔ اسلام نے اس کو پاکیزگی حاصل کرنے کا ایک ذریعہ قرار دیا۔ جب اسلام نے تقویٰ کا معیار بڑھایا تو اس میں غلاموں کو آزاد کرنے میں صحابہ کرام اس قدر بڑھے کہ بعض امیر صحابہ نے ایک دن میں ۶۰ ہزار غلام خرید کر آزاد کئے۔

فرمایا جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ مسلمانوں کے زیر سایہ رہنے والے غلاموں کی حالت موجودہ زمانہ کے نوکروں اور مزدوروں سے ہزار ہا درجہ بہتر تھی۔ اس زمانے میں ایک مزدور کے حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے غلاموں سے کہیں کم ہیں۔ مسلم ممالک میں نوکروں سے حسن سلوک کرنا وہاں کے مسلمانوں کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ وہ لوگ آج بھی اپنے نوکروں کے ساتھ۔ یورپین اور مغرب ممالک کے نوکروں سے ہزار درجہ زیادہ مہربانی اور محبت کا سلوک کرتے ہیں۔ سعودی عرب میں امیر لوگوں کے گھروں میں نوکر کو فیملی ممبر کی حیثیت حاصل ہے۔ وہ گھر کے ایک فرد کی طرح ڈرائنگ روم میں بیٹھتا ہے اور اُن کے ساتھ ایک میز پر کھانا کھاتا ہے۔ اگرچہ اُن ممالک میں اسلامی تعلیم کافی حد تک زوال پذیر ہے اس کے باوجود نوکروں کے ساتھ اُن کا سلوک آج بھی اُسی طرح ہے جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا۔

اسلام نے نظام غلامی کا ایسا حیرت انگیز حل دنیا کے سامنے پیش کر کے غلامی کا قلع قمع کر دیا۔ مسلمانوں نے اس تعلیم پر عمل کر کے دکھایا اور غلامی اپنی موت خود مر گئی۔ غلامی کو ایک دم ختم کرنے سے کوئی اچھا نتیجہ نہ نکلتا بلکہ جہاں اس وقت کے لوگوں کا اقتصادی نظام تباہ ہو جاتا وہاں غلام بھی بے یار و مددگار ہو جاتے اور عین ممکن تھا کہ روزگار نہ ہونے کی وجہ سے وہ جرائم میں ملوث ہو جاتے کیونکہ غلامی کے نظام میں غلاموں کے لئے ذریعہ روزگار بھی تھا۔

مجلس عرفان مورخہ ۱۸؍اگست ۱۹۸۶ء

س:۔ انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کے عہد ناموں میں جو لفظ "معروف" آتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟

ج:۔ یہ لفظ قرآن کریم سے لیا گیا ہے اور قرآن کریم نے اسے اُس عہد نامہ بیعت کا ذکر کرتے ہوئے استعمال کیا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں سے بیعت لیتے وقت فرماتے تھے۔ یہ لفظ عورتوں کے لئے کیوں استعمال کیا گیا ہے اسکی وجہ غالباً یہ ہے کہ بعض ایسے روزمرہ کے معاملات میں (جن کا حکم واضح طور پر قرآن مجید میں موجود نہ ہو) وہ کہہ سکتی تھیں کہ ہماری گھریلو اور نکچرل زندگی اس بیعت کے تابع نہیں ہے۔ صرف مذہبی امور میں ہم آپؐ کی پیروی کریں گی۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لفظ کو بیعت میں شامل کیا ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر اچھی بات میں ہم آپ کی پیروی کریں گے۔ خواہ اس کا تعلق مذہب سے ہو یا نہ ہو۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ لفظ جماعت سے متعلق ان کی ذمہ داریوں کو محدود کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہ لفظ بیعت کنندہ کی ذمہ داریوں کو مذہب کی حدود سے نکال کر ہر اچھی بات کی پیروی کرنے تک وسیع کر دیتا ہے خواہ اس بات کا ذکر قرآن کریم میں ہو یا نہ ہو۔ وہاں! ایک مقام پر آ کر اس کی حد ختم ہو جاتی ہے جو یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کا حکم دیا جائے جو صریحاً قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہو۔

س:۔ اس دنیا کے علاوہ اگر کسی دوسرے سیارے میں بھی مخلوق ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے کس طرح خاتم النبیین ہوں گے؟

ج:۔ فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ کا فیض اس مخلوق کے لئے ہے جو آپ کی خاتمیت سے فیضیاب ہونے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ دوربین کی ایجاد سے اندھے لوگ بالکل فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ہر چیز کے لئے اس سے مطابقت رکھنے والی چیز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جو قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ ہر چیز کا ہم نے جوڑا بنایا ہے اس کا ایک یہ بھی مفہوم ہے۔ ایک تاثر دینے والی چیز ہے اور ایک تاثیر لینے والی چیز ہے اگر کسی چیز میں تاثیر قبول کرنے کی اہلیت نہ ہو تو وہ تاثیر دینے والی چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ ابوجہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے انسان ہونے کے باوجود محروم رہا۔ سورج تمام دنیا کے لئے برابر ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ دروازے بند کر کے بیٹھ جائیں تو آپ اسکی روشنی سے محروم ہو جائیں گے۔ علاوہ ازیں سورج کی ہر خاصیت کا اثر ہر چیز پر یکساں نہیں ہوتا۔ سورج کے بے شمار خواص کو قبول کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی چیز موجود ہے۔ جس چیز کو قبول کرنے کے لئے وہ چیز پیدا کی ہے وہی اس کو قبول کرے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے سراج منیر

فرمایا ہے۔ روحانی دنیا میں بھی ہر فیض کے حصول کے لئے مد مقابل میں اہلیت کا ہونا نہایت ضروری ہے اس لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض اس دنیا میں بھی تمام لوگوں کے لئے عام نہیں۔

سوال:۔ وحی اور الہام میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ فرمایا کہ مضمون کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی چیز الہام یا وحی کہلاتی ہے بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وحی میں شریعت کا مضمون بیان ہوتا ہے۔ لیکن قرآن کریم کی رُو سے یہ غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اوحینا الی امّ موسیٰ کہ ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کی طرف وحی کی اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر کوئی شریعت تو نہیں اتاری گئی تھی۔ اسی طرح فرمایا اوحیٰ ربک الی النحل۔ یعنی تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی۔ اب اس میں بھی کوئی شریعت کا مضمون نہیں تھا بلکہ اس میں تو الفاظ بھی نہیں تھے۔ عربی زبان کے لحاظ سے ان دونوں کے معنوں میں ضرور کچھ فرق ہوگا۔ لیکن جہاں تک شریعت کے مضمون کا تعلق ہے، دونوں باتیں ایک دوسرے میں مدغم ہو جاتی ہیں۔ ممکن ہے کہ لفظ الہام زیادہ عام کے لئے اور وحی خاص کے لئے مخصوص ہو۔

مجلس عرفان مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۸۷ء

سوال:۔ کیا مسجد میں عورتیں بغیر پردہ لگائے مردوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو سکتی ہیں؟

جواب:۔ فرمایا دن کے وقت نماز پڑھنے کے لئے درمیان میں پردہ ہونا چاہیئے اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجد میں آکر مردوں کے پیچھے نماز ادا کرتی تھیں۔ لیکن وہ صرف اس وقت ایسا کرتی تھیں جبکہ ابھی اندھیرا ہوتا تھا اس لئے اگر عورتیں صبح کی نماز کے لئے مسجد میں آتی ہیں اور خاموشی سے پیچھے کھڑی ہو کر نماز پڑھ کر چلی جاتی ہیں تو اسے ہم غلط نہیں کہہ سکتے کیونکہ یہ مؤقف سنت کے خلاف ہو جائے گا۔ عام روزمرّہ کے اصول کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے صحابہ کرامؓ سے ہم نے جو سنت سیکھی ہے وہ یہی ہے کہ عورتوں کے لئے پردہ کر کے الگ جگہ ہو کیونکہ اس طرح ان کے لئے زیادہ سہولت ہے۔ کیونکہ پیچھے کھڑے ہونے کی صورت میں ان کو سلام پھیر کر فوراً بھاگ پڑے گا۔ اور نماز کے دوران بھی ہر وقت یہ ڈر رہے گا کہ کوئی پیچھے سے نہ آجائے دن کے وقت عورتوں کا مسجد میں آکر نماز پڑھنے کا کوئی ذکر احادیث میں نہیں ملتا۔ لیکن الگ پردہ کر کے عورتوں کے نماز پڑھنے کا ذکر بکثرت ملتا ہے اسی طرح امہات المومنین کا بھی پردے کے پیچھے نماز پڑھنے کا ذکر ملتا ہے اور اندھیرے میں مردوں کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ ہمارے لئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مشعل راہ ہے۔ ہم نے صرف سنت پر عمل کرنا ہے اور جو بات سنت کے خلاف ہے وہ ہماری مسجدوں میں بھی نہیں ہوگی۔

سوال:۔ کیا عورتوں کو قبرستان میں جانے کی اجازت ہے؟

جواب:۔ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے منع فرمایا ہے لیکن قبرستان جانے سے منع نہیں فرمایا۔ یہ دو الگ اور ایک دوسرے سے مختلف باتیں ہیں اس لئے اُن کو الگ الگ رکھنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو مذہب نازل ہوا ہے وہ ایک حقیقی مذہب ہے۔ کوئی فرضی چیز نہیں۔ آپؐ جانتے تھے کہ مردہ جس کو سب مُردہ سمجھ رہے ہوتے ہیں اس کی روح کچھ عرصہ تک اس عالم سے تعلق رکھتی ہے اور کچھ باتیں اُس تک پہنچ جاتی ہیں۔ اگر اس کے لئے جزع فزع کی جائے تو اُسے تکلیف پہنچتی ہے۔ اس بات کی خبر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں کہ رونے سے مرنے والے کو تکلیف پہنچتی ہے۔ عورت چونکہ مرد کے مقابلہ پر نسبتاً زیادہ جذباتی ہوتی ہیں اس لئے آنحضرتؐ نے تدفین کے وقت عورتوں کو قبرستان جانے سے منع فرمایا ہے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ شدّتِ غم سے ان کے منہ سے کوئی نامناسب باتیں نکل جائیں۔ علاوہ ازیں عورتوں کے بیمار ہونے کا بھی خطرہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ جب وہ اپنے پیاروں اور عزیزوں کو لحد میں اُترتے دیکھیں تو اس وقت غم کی وجہ سے انہیں کوئی جسمانی عارضہ لاحق ہو جائے۔ بہر حال کسی کو تو تدفین کے لئے جانا ہی ہوتا ہے اس لئے مردوں کو جن میں زیادہ صبر اور کنٹرول ہوتا ہے تدفین کے لئے جانے کی اجازت دی اور عورتوں کو اس بات سے روکا گیا ہے۔ لیکن بعد میں جب صدمہ ذرا کم ہو جائے تو عورتیں دُعا کے لئے قبرستان جاسکتی ہیں اس سے ہرگز روکا نہیں گیا۔

سوال:۔ نماز جنازہ میں طاق صفیں بنانا کیوں ضروری ہے؟

جواب:۔ فرمایا اسلام میں جفت کے مقابلہ پر طاق سے زیادہ محبت کرنی سکھائی گئی ہے۔ اسلامی شریعت میں بھی طاق نمایاں طور پر غالب نظر آتا ہے۔ فرض نمازیں بھی طاق ہیں اور نفل بھی۔ فرض نمازوں کو مغرب کی نماز طاق بناتی ہے۔ اور نفل نمازوں کو وتر طاق بنا دیتے ہیں۔ پانچ کا عدد ان نمازوں کو ویسے بھی طاق بنا دیتا ہے۔ وضو کی حرکات اور نمازوں کی رکعات پر غور کریں تو ہر پہلو سے ان میں طاق کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں سات کا عدد ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں۔ بہر حال طاق کو یہ اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور یہ عدد آپ کو اللہ تعالیٰ کے طاق ہونے کی طرف متوجہ کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی یہی وجہ بیان کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ جب بھی کہیں طاق نظر آجائے تو وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی یاد دلا دے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے اور اُس کا کوئی جوڑ نہیں۔ یہی فرق ہے خالق اور مخلوق میں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ جتنی بھی مخلوق ہے وہ جفت ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ میں نے سب کو جوڑا پیدا کیا ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا تعلق ذوقی مسائل سے ہے۔ اور ذہنی لطافتوں سے تعلق رکھنے والا یہ ایک مضمون ہے لیکن یہ شریعت کا ایسا مسئلہ نہیں کہ اگر صفیں طاق نہیں بن سکیں تو جنازہ کی نماز نہ ہوگی۔ یا مرنے والے پر کسی قسم کا اثر پڑے گا۔

سوال:۔ کیا شادی بیاہ کے موقع پر کھانا دیا جا سکتا ہے؟

جواب:۔ فرمایا یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کا تعلق حلال یا حرام سے ہے یہ معاشرتی مسائل ہیں جو بعض خاص زمانے یا وقتی صورت حال سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض خاص مصلحتوں کی بناء پر ایسے اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جب اس سے منع فرمایا تو اس وقت رخصتانہ کے موقع پر چائے وغیرہ کی دعوت کا بہت اہتمام کیا جاتا تھا اور آہستہ آہستہ اس میں تکلف اور دکھاوا شروع ہو گیا۔ امراء زیادہ شان و شوکت کا مظاہرہ کرنے لگ گئے تھے اور ایسی رسوم و رواج کی طرف قدم اٹھنے شروع ہو گئے جن سے مذہب نے ہمیں نجات دلائی ہے۔ خصوصاً غرباء کے لئے بہت مشکل پیدا ہو گئی اور اُنہیں قرض لے کر اس قسم کی دعوتوں کا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ چنانچہ ایسے وقت میں حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ اگر صرف غرباء کو منع کروں تو اُن کی دل شکنی ہوگی اور معاشرے میں ایک طبقاتی فرق پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا اس وقت کی معاشرتی ضرورت کے پیش نظر آپ نے سب افرادِ جماعت کو مخاطب فرما دی۔ بعد میں جب معاشرتی معیار مقابلتہً بلند ہونا شروع ہوا اور شادیاں بھی بالکل خشک ہو کر رہ گئیں اور بعض لوگوں نے حضورؓ کو یہ لکھا کہ اب تو ہمارے جنازوں اور شادیوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تھوڑا بہت کرنے کی اجازت دیدی کہ موسم کی مناسبت سے تھوڑی بہت تواضع کر دی جائے اور ویسے بھی مہمان نوازی خود اسلام میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کچھ اور اجازت دیدی حتی کہ ۱۹۸۲ء میں لوگوں نے مجھے کہا کہ جتنے پیسے خرچ کر لے کی اجازت خلیفہ ثالثؒ نے دی تھی۔ اس میں چائے سے زیادہ کھانا دیا جاسکتا ہے اس پر میں نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو پھر کھانا دینے میں کوئی حرج نہیں۔ بعد ازاں دوبارہ جب ان دعوتوں میں تکلف بڑھنا شروع ہو گیا اور شکایات آنی شروع ہو گئیں تو پھر مجھے یہ کہنا پڑا کہ کھانے میں توازن رکھا جائے اور افراط و تفریط کی بجائے درمیانی راستہ اختیار کیا جائے تو نظام کو ایسے معاملات میں دخل دینے کی ضرورت پیش نہیں آئیگی۔

مجلس عرفان مورخہ ۲۳ر اگست ۱۹۸۶ء

س: احادیث کے متعلق مستشرقین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ وہ بہت بعد کے زمانہ میں لکھی گئی ہیں اس لئے وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اس کا کیا جواب ہے؟

ج: فرمایا۔ آج تک جتنی بھی تواریخ اس دُنیا میں تحریر کی گئی ہیں ان میں سے کوئی بھی اس وقت تحریر نہیں ہوئی جس وقت کہ وہ واقعات وقوع پذیر ہو رہے تھے بلکہ بہت بعد میں ان کو تحریر میں لایا گیا ہے۔ اگر ہم ان تواریخ کی صحت پر شک نہیں کرتے اور انہیں صحیح مانتے ہیں تو پھر احادیث کو درست ماننے میں یہ امر کیوں مانع ہوتا ہے۔ احادیث تو ایک ایسی قوم سے مروی ہیں جن میں روایات سینہ بہ سینہ محفوظ رکھنے کا سلسلہ صدیوں سے چلا آتا ہے۔ ان کی اپنی تاریخ بھی اسی طرح محفوظ چلی آرہی تھی ان روایات کا انحصار عربوں کی یادداشت پر تھا۔ اور اس معاملے میں ان کو اتنی مشق تھی کہ میلوں میں ان کے شاعر ایک ایک لاکھ شعر سُنانے کا دعویٰ کرتے اور اپنے اس دعوے کو ثابت بھی کرتے ان کی یادداشت کا یہ عالم تھا کہ ایک شاعر ایک لمبا قصیدہ پڑھتا ہے تو اس کے پاس کھڑا ایک بچہ اس قصیدے کو من وعن اسی طرح سُنا دیتا ہے۔ جب زمانہ جاہلیت میں ان کے ذہن اس قدر محتاط اور مشاق تھے اور اپنے دعوے پر اسی طرح پورے اُترتے تھے جبکہ ان پر جھوٹ بولنے پر کوئی پابندی نہیں تھی تو اسلام کے بعد کے عربوں کی بات اور یادداشت کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے۔ آنحضرتؐ کی صحبت نے ان کے اخلاق کے معیار کو انتہا تک پہنچا دیا تھا اور احادیث کے معاملے میں ان کی گواہی کا معیار اتنا بلند ہوا کہ اگر کسی شخص کے متعلق یہ بات معلوم ہوئی کہ اس نے عوام کی موجودگی میں دیوار کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا تھا تو اس کی گواہی کو یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ اس میں حیا کی کمی ہے اس لئے اُس کی بات قابلِ قبول نہیں۔ اگر کسی نے بات بیان کرتے وقت درمیانی رابطے کو بیان نہیں کیا تو اُس کی گواہی کو قابل قبول نہ سمجھا گیا۔ اسی طرح اگر کسی کو بات لپیٹ کر کرنے کی عادت ہے تو اُس کی گواہی کو قابل اعتماد نہیں سمجھا گیا۔

احادیث اکٹھی کرنے والوں نے نہ صرف ان باتوں کا دھیان رکھا بلکہ ان روایات کا سلسلہ آنحضرتؐ تک پہنچانے والے تمام افراد کی سوانح عمری بھی اکٹھی کی اور کہیں ذرا سی بھی کمی دیکھی تو ان کی بات پر اعتبار نہیں کیا۔ جب گواہی کا معیار اتنا بلند کر کے احادیث اکٹھی کی گئی ہوں تو پھر ان میں شک کی گنجائش نہیں۔ ان کے معیار کی بلندی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض تحریرات، مثلاً جو خطوط بادشاہوں کو لکھے تھے، مسلمانوں کے قبضے میں اُس وقت نہیں آئی تھیں جس وقت احادیث اکٹھی کی گئی تھیں۔ بعد میں جب یہ تحریرات دریافت ہوئیں تو ان کی عبارت بعینہٖ وہی تھی جو احادیث میں روایت کرنے والوں نے بیان کی تھیں۔

فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ ماضی کی روایات میں سے سب سے زیادہ قابل اعتبار احادیث ہیں۔ اور وہ مستشرقین جو ان احادیث پر حملہ کرتے ہیں وہ یہ نہیں سوچتے کہ اس طرح وہ تمام الٰہی کتب پر حملے کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ وہ تمام الٰہی کتب جو اس وقت دُنیا میں موجود ہیں وہ اس وقت سے بہت بعد میں احاطۂ تحریر میں لائی گئی ہیں۔ جس وقت ان کا نزول ہُوا تھا اور وہاں تو اس قسم کی سخت شرائط بھی موجود نہیں تھیں جو احادیث اکٹھی کرنے والوں نے روایت کرنے والوں کے متعلق لگائی تھیں اور نہ ہی راویوں کے درمیان وہ سلسلہ ہی قائم رکھا گیا جس طرح کہ احادیث میں رکھا گیا۔

OLD TESTAMENT اور NEW TESTAMENT اور اسی طرح دوسری ساری مقدس کتب کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ قرآن کریم کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ اس سے پہلے تو حدیث ہے یہ بھی قرآن کریم کی حفاظت کے وعدے کا ایک حصہ ہے۔ قرآن کریم پر دشمن اس وقت تک حملہ کر نہیں سکتے جب تک کہ حدیث پر نہ کریں اور حدیث پر وہ حملہ کر نہیں سکتا جب تک اپنی مذہبی کتابوں کا قلع قمع نہ کرے۔ قرآن کریم تو اللہ کے فضل سے بڑی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے۔

س: کیا خلافت راشدہ کے ختم ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اُمت محمدیہ میں سے اعمالِ صالحہ ختم ہو گئے تھے؟

ج: فرمایا۔ آپ کا اشارہ آیت استخلاف کی طرف ہے لیکن وہاں اور کسی اور جگہ پر یہ نہیں کہا گیا کہ اعمالِ صالحہ کے نتیجے میں لازماً خلافت ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے لئے اعمالِ صالحہ بجالانا ضروری قرار دیا ہے لیکن اعمالِ صالحہ کے لئے خلافت ضروری قرار نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میں سے جو اعمالِ صالحہ رکھتے ہوں گے انہیں خلافت ضرور دی جائے گی۔ (جب ایک دفعہ خلافت عطا ہو گئی تو اس کے ختم ہونے کا مضمون یہاں بیان نہیں کیا گیا) اسی طرح کی خلافت جیسی طرح تم سے پہلی قوموں کو خلافت دیتے آئے ہیں۔ لہذا جن باتوں کے نتیجے میں پہلے خلافتیں اُٹھ جاتی رہی ہیں۔ ان باتوں کی موجودگی میں یہاں بھی خلافت اُٹھ جانے کا امکان ہے۔ خلافت ختم ہونے کی شرائط میں سے ایک یہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (۱۳:۱۲)

کہ اللہ تعالیٰ جو نعمت عطا کرتا ہے اُس کو بغیر کسی وجہ کے واپس نہیں لیتا یہاں تک کہ تم ان کیفیات کو بدل دو جو کیفیات ان نعمتوں کی حفاظت کے لئے ضروری ہیں۔ خلافت کے قیام کے لئے وحدت ایک نہایت اہم جزء ہے خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید ہو یا اُمت کی وحدت۔

اس مضمون کو اس آیت کے آخر میں بیان کیا گیا ہے۔ "تاکہ موحد ہو اگر تم اس توحید سے منہ پھیر لوگے تو پھر فاسقوں میں شمار ہو گے۔" حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے خلافت راشدہ کی ناشکری کی اور اس معاملے میں اُمت دو حصوں میں اس طرح بٹ گئی جیسے کسی نے درمیان میں سے کاٹ کر دو حصے کر دیئے ہوں۔ جب وحدت کو توڑ دیا تو خلافت جاتی رہی ایک طرح کی خلافت ختم ہو گئی۔ لیکن ایک دوسری قسم کی خلافت قائم رہی۔ خلافت کا صرف ایک دَور ختم ہُوا اور دوسرے کا آغاز ہُوا۔ پہلی قوموں کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں دو طرح کی خلافت رائج تھی۔ ایک مسلسل خلافت بغیر انقطاع کے وہ ہمیشہ جاری نہیں رہتی بلکہ وقتاً فوقتاً اس کا اظہار ہوتا رہا ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ کو بارہ نقیب مسلسل نہیں ملے بلکہ بارہ صدیوں میں ملے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ چودھویں صدی کے نقیب تھے۔ اگر حضرت موسیٰؑ کو نکال دیا جائے تو بارہ نقیب رہ جاتے ہیں۔ اور چودھویں صدی آجاتی ہے۔ یہ خلافت مجددین کی شکل میں ملتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا:-

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّةِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ یُجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا (ابو داؤد)

اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سرے پر دین کی تجدید کے لئے مجدد کھڑا کرے گا یہ جو بارہ مجدد ہوئے ہیں۔ جس طرح وہاں خلافت نے مجددین کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اسی طرح یہاں بھی مجددین کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ جس طرح موسوی سلسلے میں چودھویں صدی کا مجدد حضرت مسیح علیہ السلام تھے۔ اسی طرح یہاں بھی چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعودؑ ہیں۔ اس کے بعد جو خلافت شروع ہوئی تو یہ کوئی نئی خلافت نہیں اور نہ ہی یہ وعدہ خلافت اب کیا گیا ہے۔ بلکہ یہ وعدہ خلافت آنحضرتؐ سے اُن کی خلافت قیامت تک جاری رہنے کا کیا گیا تھا اور ایک لمبے عرصے تک جب تک اس دُنیا کی صف لپیٹنے کا اللہ تعالیٰ ارادہ نہیں کرتا۔ یہ خلافت اُمت محمدیہ کی خلافت کے تابع لازماً جاری رہے گی۔ اعمالِ صالحہ سے اُمت محمدیہ کبھی خالی نہیں ہوئی۔

س: اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے ۹۹ بتلائے جاتے ہیں۔ کیا اُس کی صفات لامحدود نہیں؟

ج: فرمایا۔ مسلمانوں میں پہلے ہی اس مسئلے کو بنیاد بنا کر فرقہ بندی ہو چکی ہے۔ بعض فرقے صرف اس بناء پر عالم وجود میں آئے ہیں کہ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات لامحدود ہیں۔ جس پر بعض قدامت پسند فرقوں نے ان کی مخالفت کی اور ان کو یہ کہہ کر غیر مسلم قرار دے دیا کہ چونکہ حدیث میں صرف ۹۹ صفات کا ہی ذکر ہے لہذا اس سے زیادہ صفات ہو ہی نہیں سکتیں۔ اگر اللہ تعالیٰ لامحدود ہے تو اُس کی صفات بھی لامحدود ہونی چاہئیں۔ عین ممکن ہے کہ انسان کو ان صفات کا محدود علم دیا گیا ہو۔ آنحضرتؐ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ۹۹ صفات نازل ہوئیں اس کا مطلب ہرگز نہیں لیا جا سکتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری صفات ظاہر کر دی ہیں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات کا انسان کے ساتھ رابطے کا امکان تھا وہ ساری صفات آنحضرتؐ پر روشن کر دیں جس طرح غالب کا ایک مصرعہ ہے۔

ع دیتے ہیں بادہ ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سامنے اس حد تک جلوہ گر ہوتا ہے جس حد تک اس

جو سب میں اس جلوے کو قبول کرنے کی وسعت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی اور پھر انسان آنحضرتؐ کی صورت میں درجہ کمال تک پہنچ گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ اس کے وسعت ظرف کے مطابق اس پر منکشف ہو گیا لیکن یہ فیصلہ دے دینا کہ اتنا ہی خدا تھا زیادہ نہیں یہ غلط ہے۔ آنحضرتؐ نے ننانوے صفات بیان فرمائی ہیں اور جن پر وہ اسمائے ازلی ہوئے ہیں ان سے بڑھ کر اگر کوئی اور یہ دعویٰ کرے کہ ہمیں خدا کی زیادہ صفات کا علم ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے زیادہ ہونے کا امکان ہے، اور بھی اسماء ہوں گے لیکن انسانی پہنچ کی حدود سے باہر ہوں گے تو یہ کسی حد تک تو ٹھیک ہو سکتا ہے۔ وہ فرقے جنہوں نے خدا کے ننانوے سے زیادہ اسماء کا دعویٰ کیا ہے انہوں نے قرآن کریم میں جو اللہ تعالیٰ کے افعال بیان ہوئے ہیں ان کو اسماء کا نام دیدیا ہے۔ مثلاً غضب نازل کرنے والے سے مغضب کا نام بنا لیا گیا حالانکہ یہ نام نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کے نتیجے میں فیصلے صادر ہو رہے ہیں انہوں نے ان سب کو صفات بنا کر ایک لمبی فہرست بنائی جو کہ مذہب سے تمسخر کرنے کے مترادف ہے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے جو افعال بیان ہوئے ہیں وہ ان بنیادی صفات کے تابع ہیں۔ اس کی مثال اس طرح دی جا سکتی ہے کہ دنیا میں بے شمار رنگ نظر آرہے ہیں لیکن بنیادی رنگ صرف تین یا پانچ ہیں۔ باقی سینکڑوں رنگ ان کے تابع ہیں اسی طرح ذائقے بھی ہیں جو کہ بنیادی طور پر چار ہیں۔ نمکین۔ میٹھا۔ کڑوا اور کھٹا اور پھر یہی چند دیگر اجزاء کے ساتھ مل کر بے شمار مزے بن جاتے ہیں ....

فرمایا۔ سورۃ فاتحہ میں تو اللہ تعالیٰ نے صرف چار صفات بیان کی ہیں اور یہ سورۃ اُمّ الکتاب ہے۔ اگر پوری صفات اس میں موجود نہ ہوں تو یہ اُمّ القرآن نہیں کہلا سکتی۔ ان چاروں صفات کے اندر ہی اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات آجاتی ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ مثلاً غضب کا ذکر ہے۔ ضال کا ذکر ہے۔ جب ضلالت ہو گی تو غضب نازل ہو گا لیکن سورۃ فاتحہ میں جو چار صفات بیان کی گئی ہیں ان میں غضب کی کوئی صفت نہیں رحم جب عمل درآمد چھوڑ دے تو اس کا نام غضب ہے اور صفت رحیمیت جب اپنا کام چھوڑ دیتی ہے تو اس کا نام ضلالت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ننانوے ناموں سے جو صفات باری تعالیٰ پھوٹتی ہیں وہ رحیمیت میں جا کر ختم ہو جاتی ہیں۔ وہ محدود نہیں رہتیں بلکہ انسانی حدود سے آگے نکل جاتی ہیں۔ باقی جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہم تو ننانوے صفات تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ جس رسول خداؐ پر ننانوے صفات والا خدا ظاہر ہوا ہم تو اس کی کیفیات اور ظرف کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے مقابلے پر تو آنحضرتؐ کا ظرف بھی لامحدود ہے۔

مجلس عرفان مورخہ ۱۳ اگست ۱۹۸۶ء | کیا خلیفہ خدا بناتا ہے؟ اور

جب قوم اعمال صالحہ پر قائم نہ رہے تو کیا ایسے وقت کے بنا ہوئے خلیفہ کو ماننا ضروری؟

مندرجہ بالا سوال کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضور نے فرمایا:۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ .... الخ (النور: ۵۶) کہ خدا نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو ایمان لانیوالے اور اعمال صالحہ بجا لانے والے ہیں کہ ان کا خلیفہ وہ خود بنائے گا۔ دوسرے الفاظ میں قوم کے ایمان اور عمل صالحہ سے خلافت کو الگ نہیں کیا جا سکتا جب تک قوم من حیث المجموعی متقی رہے گی اور اس کی اکثریت اعمال صالحہ پر عمل پیرا رہے گی اس وقت تک اس قوم کا انتخاب خدا کے ہاتھ میں ہو گا۔ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا اشارہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔ اس نے یہ نہیں فرمایا کہ تم خلیفہ بناؤ گے بلکہ فرمایا کہ میں بناؤں گا۔ پس جو انتخاب ایسے لوگ کرتے ہیں جو ایمان اور عمل صالحہ پر قائم ہوتے ہیں ان کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا تابع ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا "لیستخلفن" کا وعدہ ان لوگوں کے ذریعے پورا ہوتا ہے۔ لہذا یہ تو واضح بات ہے کہ قوم کے ایمان کی حالت اور اعمال صالحہ کو اس مضمون سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ چونکہ قوم میں ایمان نہ رہا اور نہ اعمال صالحہ اس لئے انتخاب غلط ہو گیا ہے تو کسی اور کو خلیفہ بنا لیا جائے یہ غلط ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ پھر تم بنا لینا کیونکہ ایسی حالت میں پھر نظام ہی ختم ہو گا۔ اس لئے جب تک کوئی خلیفہ ہے اس کو ماننا ہی پڑیگا اگر کوئی بداعمالوں کا خلیفہ ہے تو پھر بھی تمہارے پاس اس کو ماننے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کیونکہ کسی انسان کو یہ حق نہیں کہ کسی قوم کے اعمال اور ایمان کا فیصلہ کرے۔

فرمایا۔ جب تک قوم بحیثیت المجموعی (ہر فرد نہیں) اللہ تعالیٰ کی نظر میں متقی رہے گی اور بحیثیت قوم ان میں یہ دونوں خوبیاں پائی جاتی ہیں تو ان کے انتخاب کو اللہ تعالیٰ اپنا انتخاب قرار دے گا اور جب یہ حالت نہیں رہے گی تو پھر وہ انتخاب خدا کا نہیں رہے گا بلکہ پھر وہ دنیاوی خلفاء بن جائیں گے لیکن ان کو بھی ہٹانے کا کسی انسان کو حق نہیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا کرے گا تو اس کا مطلب ہے کہ ساری قوم ایمان سے عاری ہے اور اسی لئے وہ نظام خلافت اپنے ہاتھ میں لیتا ہے۔ وہ کون ہوتا ہے خدا کی جگہ لینے والا؟ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے وقت کے سارے انتخاب غلط نہ ہوں۔ بعض اچھے خلیفہ بھی ہو سکتے ہیں۔ جس طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ جن کو خلافت راشدہ میں شامل کیا جاتا ہے اور ان کو پہلی صدی کا مجدد قرار دیا گیا ہے۔ یہ ہے دراصل خلافت کی حقیقی شکل۔ لیکن یہ بحث ابھی احمدیت میں نہیں شروع ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے ایک وعدہ اور بھی فرمایا ہے کہ ایک ہزار سال تک تمہاری خلافت قائم رکھوں گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کا خلیفہ خود بنانے کا وعدہ جماعت احمدیہ کے لئے ایک ہزار سال تک کا ہے (انشاء اللہ) اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ایک اور اصول یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ جب تک اعلیٰ مقصد حاصل نہ ہو جائے عموماً اللہ تعالیٰ اس قوم کے نظام کو مٹنے نہیں دیا کرتا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد نفاذ شریعت تھا یعنی نیا قانون لانا اور پھر اسے نافذ کر کے دکھانا تاکہ دنیا کو ہمیشہ کے لئے ضمانت ہو جائے کہ جن لوگوں پر شریعت اتری تھی انہوں نے اس پر عمل کر کے دکھایا۔ گویا عملاً شریعت کا نفاذ کر دیا۔ خلافت راشدہ کے دور میں یہ کام مکمل ہو گیا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں شریعت کے نفاذ کا تتمہ تھا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ نہ ہوتے تو آنحضرتؐ کے بعد عرب سے شریعت اٹھ جاتی اور ساری محنت ضائع جاتی۔ کیونکہ شریعت کے نفاذ کی مخالفت اور بغاوت میں سارا عرب اٹھ کھڑا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کے ذریعہ شریعت کو نافذ کر کے ثابت کر دیا کہ شریعت کا نفاذ ہو کر رہے گا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں اس کو اور استحکام ملا۔ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن کریم کا مضمون مکمل ہوا اور حضرت علیؓ کے زمانے تک پہنچتے پہنچتے شریعت کی بنیادیں پوری طرح مستحکم ہو چکی تھیں۔ اس کے بعد جو اختلافات شروع ہوئے ہیں وہ شریعت کے نہیں حکومت کے تھے کہ کون حکومت کرے گا لیکن پوری کی پوری قوم شریعت پر عمل پیرا اور قائم رہی جس کا خلافت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ بے شمار بزرگ، فقہا اور صلحاء وغیرہ قوم میں پیدا ہوتے رہے جو مکمل طور پر اس شریعت پر کاربند رہے جس کا نفاذ خلافتِ راشدہ کی برکتوں سے ہو چکا تھا۔ پھر انہی میں سے اللہ تعالیٰ کے نظام شریعت کو بدعتوں سے پاک اور دیگر آلائشوں سے مبرّا رکھنے والے پیدا ہوتے رہے۔ نظام خلافت مجددیت میں مدغم ہو کر جاری رہا۔ ہر صدی کے سر پر جو مجدد آتے رہے وہ اس آیت استخلاف کے تابع تھے یہاں تک کہ آنحضرتؐ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعودؑ تشریف لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ثم تکون خلافۃ علیٰ منہاج النبوۃ کے مطابق خلافت دوبارہ اصل منہاج نبوت پر جاری ہو گئی۔ اب یہ سوال کہ کب تک یہ خلافت قائم رہے گی اس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو ایک ہزار سال کی دی ہے۔ اس کی بھی ایک وجہ ہے اور وہ یہ کہ اس دورِ خلافت کا مقصد شریعت کا نفاذ نہیں بلکہ اس دور میں لیظہرہ علی الدین کلہ کے مصداق اسلام کا غلبہ ہونا مقدر ہے اور اسی غلبہ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ احمدیت میں خلافت کو جاری کیا ہے۔ فرمایا۔ میرے نزدیک یہ غلبہ ایک ہزار سال کے عرصے میں اپنی تکمیل تک پہنچے گا۔ تین سو سال میں احمدیت مسلمانوں کے ایک بڑے حصے اور عیسائیوں کے ایک بڑے حصے پر غالب آجائے گی۔ اس کے بعد بقیہ جدوجہد جاری رہے گی کیونکہ قومیں اتنی جلدی نہیں مانا کرتیں۔ عیسائیت تین سو سال میں صرف روم میں غالب آئی تھی اور رومن حکومت کے دوسرے حصوں میں ابھی نہیں پھیلی تھی یورپ کو فتح کرنے کے لئے عیسائیت کو ایک ہزار سال کا عرصہ لگا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت مسیح موعودؑ کی مماثلت یہاں بھی تو کچھ نہ کچھ ہونی چاہیئے عیسائیت کا غلبہ تو ابھی بھی جاری تھا جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے آکر روک دیا ورنہ سارا افریقہ اور ہندوستان کا ایک بڑا حصہ عیسائی ہو جاتا۔ اس لحاظ سے عیسائیت کی جدوجہد ۱۹۰۰ سال جاری رہی۔ پس ہمارا یہ خیال کہ تین سو سال میں کوئی منکر نہیں رہے گا غلط اور فرضی ہے بلکہ قانون قدرت اور تاریخی عمل کے خلاف ہے لیکن جس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے خود فرمایا ہے کہ "ہو سکتا ہے کہ ہمارا ترقی کا عمل عیسائیت سے بہت تیز ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے موسوی سلسلہ پر محمدی سلسلہ کو فوقیت حاصل ہے۔" ہمیں یقین واثق ہے کہ احمدیت زیادہ سرعت سے ترقی کرے گی اور یہ حقیقت پہلے سو سال پر نظر ڈالنے سے اظہر من الشمس ہے۔ آج احمدیت کو اس سے بہت زیادہ طاقت حاصل ہے جو ایک سو سال میں عیسائیت کو حاصل تھی۔ عیسائیت سو سال میں روم کی سرحدوں سے باہر نہیں نکلی تھی۔ (باقی ملاحظہ فرمائیے صفحہ ۱۲ پر)

قسط دوئم

جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی مساعی اور داعیانِ الی اللہ کی تحریک

تقریر مکرم سید عبد الباقی صاحب سب ڈیویژنل مجسٹریٹ دیگھر (بہار) برموقعہ جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۶ء

اُس وقت حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کی یہ حالت تھی کہ ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جاتی تھی۔ طاقت اُن کے پاس نہیں تھی۔ دولت اُن کے پاس نہیں تھی۔ غریب اور بے بسوں کی جماعت تھی۔ اور پھر لوگوں کی سُنّت قدیمہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خود بعض قریبی رشتہ داروں کی طرف سے بھی مخالفت کی جا رہی تھی۔ آپ کی بستی والوں نے بھی مخالفت کی۔ شہروں کے باشندوں نے بھی مخالفت کی۔ دیہات کے رہنے والوں نے بھی مخالفت کی۔ امیروں نے بھی مخالفت کی۔ غریبوں نے بھی مخالفت کی۔ مولویوں نے بھی مخالفت کی اور انگریزی خوانوں نے بھی مخالفت کی۔ اور پھر مسلمانوں نے بھی مخالفت کی۔ عیسائیوں نے بھی مخالفت کی اور دیگر مذاہب والوں نے بھی مخالفت کی۔ آزاد خیال لوگوں نے بھی مخالفت کی اور ہر طبقہ اور ملت نے مخالفت کے ناپاک خون میں اپنے ہاتھ رنگے۔ جس کا ذکر خود حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں کیا کہ:۔

"تمام پنجاب اور ہندوستان کے لوگ مجھ سے ایسے بگڑے تھے جو مجھے پیروں کے نیچے کچلنا چاہتے تھے۔ ضرور تھا کہ وہ لوگ اپنی جان توڑ کوشش میں کامیاب ہو جاتے اور مجھے تباہ کر دیتے۔ لیکن وہ سب کے ساتھ نامراد رہے اور میں جانتا ہوں کہ ان کا اس قدر شور اور میرے تباہ کرنے کے لئے اس قدر کوششیں اور یہ پُر زور طوفان جو میری مخالفت میں پورا ہوا یہ اس لئے نہیں تھا کہ خدا نے میرے تباہ کرنے کا ارادہ کیا تھا بلکہ اس لئے تھا تا خدا تعالیٰ کے نشان ظاہر ہوں اور تا خدائے قادر جو کسی سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں کے مقابل پر اپنی طاقت و قوت دکھلا دے اور اپنی قدرت کا نشان ظاہر کرے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ کون جانتا تھا اور کس کے علم میں یہ بات تھی جب میں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح بویا گیا اور بعد اس کے ہزاروں پیروں کے نیچے کچلا گیا اور آندھیاں چلیں اور طوفان آئے اور ایک سیلاب کی طرح شور بغاوت میرے اس چھوٹے سے تخم پر پھر گیا۔ پھر بھی میں ان صدمات سے بچ جاؤنگا۔ سو وہ تخم خدا کے فضل سے ضائع نہ ہوا بلکہ بڑھا اور پھولا۔ آج وہ بڑا درخت ہے جس کے سایہ کے نیچے تین لاکھ انسان آرام کر رہا ہے۔" (یہ تقریباً سو سال پہلے کی بات ہے۔ آج تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تعداد ڈیڑھ کروڑ سے تجاوز کر گئی ہے۔ ناقل)

(بحوالہ خطبہ جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ۱۰ر جنوری ۱۹۸۶ء)

غرضیکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ امام مہدی اور نبی اللہ کے بعد ہر چہار طرف سے مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا آپؑ اور آپ کی جماعت کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں کیا اپنے کیا پرائے کیا عالم کیا جاہل۔ کیا غریب اور کیا امیر سبھی کا ایک ہی دعویٰ تھا کہ اس آواز کو قادیان کی اس سرزمین سے باہر نہیں نکلنے دیں گے۔ اسے یہاں ہی مٹا دیں گے اور ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیں گے۔ ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔

یہ دعویٰ اُن کا تھا سے طاقت کے نشے میں چُور تھے جو تنگ نظر جنگو ملّی مفہوم نہ سمجھے وہ ناداں قدرت کے نکمے فرمانوں کا غرضیکہ ظاہری طور پر ایسی کوئی علامت نہیں تھی کہ وہ مخالفین پر غلبہ پا سکیں۔ روحانی جنگ کے میدانوں کو فتح کرنے کے لئے روحانی ہتھیار یعنی کتابوں اور لٹریچر کے شائع کرنے کے لئے آپ کے پاس پیسے نہیں تھے۔ فاقہ کر کے تبلیغی مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے احباب جماعت اپنے پیارے آقا و امام کی خدمت میں کتابوں کی اشاعت کے لئے پیسے اکٹھے کرتے تھے۔ اس طرح مبلغ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کے ساتھ جنگ خندق کے موقعہ پر پیش آنے والے حالات کا اس زمانہ کے نبی و داعی الی اللہ اور اُس کی جماعت کو سامنا تھا۔ اور بعینہٖ اسلام کا یہ بطل جلیل اپنے آقا کی طرح ان ناساعد حالات میں بھی اپنے ذوالجلال خدا سے خبریں پا کر یہ اعلان کر رہا تھا کہ اُسے اُس کے خدا نے بتایا ہے کہ:۔

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔"
(تذکرہ)

"خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دُنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دُنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔"
(اشتہار ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء)

"خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا۔ یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"
(تجلیات الٰہیہ صفحہ ۱۸-۱۷)

"میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہے گا اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارونؔ یہوداؔ اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔"

"خدا نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلے کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقے کو غالب کر دیگا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ وہ اپنی سچائی کے نور اپنے دلائل و نشانوں کی رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے۔ ہر ایک قوم اس چشمے سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا۔ یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے۔ مگر خدا سب کو درمیان سے اُٹھائے گا اور اپنے وعدے کو پورا کرے گا۔"
(ایضاً)

احباب کرام! جس وقت بانی جماعت احمدیہ ان پیشگوئیوں کا اعلان کر رہے تھے جن کے پورا ہونے کے ظاہری طور پر کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ دُنیا دار لوگ سمجھتے تھے کہ یہ جماعت اور اس کا بانی بھی پاگل اور دیوانہ ہے۔ گھر میں کھانے کو نہیں ہے، اشاعتِ کُتب کے لئے پیسے نہیں ہیں، اور باتیں بھی کر رہا ہے۔ لیکن آج تاریخ گواہ ہے کہ اسی قادیان کی گمنام سرزمین سے خدا کے ایک فرستادہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام کے ذریعہ اُٹھنے والی آواز پوری دُنیا میں پھیل گئی اور آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی قائم کردہ جماعت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔

سامعین کرام! اسلام میں خصوصاً اور تمام مذاہب میں عموماً کسی بھی معاملہ میں دو گواہوں کی گواہی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ جماعت احمدیہ کے دو داعی الی اللہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ اور مکرم ڈاکٹر پروفیسر عبد السلام صاحب نوبل انعام یافتہ جن کو دنیوی اُمور میں بھی عالمگیر مقام حاصل ہے۔ ان دونوں عالمی وجودوں کا بانی جماعتِ احمدیہ پر ایمان لانا اور ہمیشہ

تبلیغی کاموں میں سرگرم عمل رہا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کی گواہی دیتا گیا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی مذکورہ بالا پیشگوئیوں کے ہو بہو پورا ہونے اور ان کی صداقت کا ثبوت نہیں؟ بے شک ان دو عالمی سطح شخصیتوں کے وجود میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جو پیشگوئیاں پوری ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں ان دونوں کی گواہیاں اُن کی صداقت کے حق میں ایسا ناقابل تردید ثبوت ہیں جس کی مثال نہیں پیش کی جا سکتی۔ آج کیا ہندو کیا مسلمان کیا سکھ کیا عیسائی سبھی یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ مخالفین جماعت احمدیہ اللہ تعالےٰ کی سُنّت قدیمہ کے مطابق ناکامیاب و نامراد رہے اور بانیٔ جماعت احمدیہ کی پیشگوئیوں کے مطابق جماعت ترقی کرتی چلی گئی ہے

قدرت سے اپنی ذات کا دیتا ہے حق ثبوت
اس بے نشاں کی چہرہ نمائی یہی تو ہے
جس بات کو کہے کہ کروں گا میں یہ ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

چنانچہ مودودی جماعت کے ایک سرگرم رکن مولانا عبدالرحمٰن صاحب اشرف نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا کہ:۔

"ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا۔ لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا اُن میں اکثر تقویٰ تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے جیسے سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری۔ مولانا محمد حسین بٹالوی۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر...... لیکن ہم اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام تر کوششوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا۔"

(المنبر لائلپور ۲ مارچ ۵۶ ص ۱۰)

اسی طرح نور محمد صاحب قادری نقشبندی چشتی مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کی تفسیر القرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ:۔

"اُسی زمانے میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اور حلف اُٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصے میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنا لونگا۔ ولایت کے انگریزوں نے پادریوں کی روپیہ سے مدد کی اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوئے اور پادری اور اُس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو چکا ہے اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ مَیں ہوں۔ اس ترکیب سے اس نے نصرانیوں کو اتنا تنگ کیا کہ اُس کا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اُس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن از مولوی تھانوی صاحب ص ۳۰-۳۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادریوں کو للکارتے ہوئے فرمایا:۔

"کیا روئے زمین پر مشرق سے لے کر مغرب کی انتہا تک کوئی پادری ہے جو خدائی نشان میرے مقابل پر دکھا سکے۔ ہم نے میدان فتح کر لیا۔ کس کی مجال ہے جو ہمارے مقابل پر آوے۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۳۱۵)

پس سیدنا و امامنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دعوت الی اللہ کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ آپ کی مقدس زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا پیغام دُنیا تک پہنچانے کی شدید تڑپ آپ کے اندر ہر وقت موجزن رہتی تھی کہ کس طرح مخلوق اپنے خالق کو پہچان لے۔ آپ کی زندگی کا ہر سانس داعی الی اللہ کی حیثیت میں گذرا۔ چنانچہ دشمن کو بھی اس بات کا اعتراف ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے دعوت الی اللہ کے لئے ہر ذریعہ اختیار فرمایا۔ ولیم کینٹس۔ ڈی۔ ایس۔ او۔ او۔ بی۔ ای اپنی کتاب EXPANCION OF ISLAM میں لکھتا ہے:۔

"احمدیہ فرقہ کے بانی ایک نہایت کامیاب مبلغ ثابت ہوئے اور اُنہوں نے موجودہ زمانے کی ہر سہولت کو استعمال کیا۔ اخبارات، رسالے اور میگزین جاری کئے اور بہت زیادہ لٹریچر پیدا کیا........ اسلام نہ صرف سر بلندی حاصل کر رہا ہے بلکہ ساری دُنیا کے مذاہب کو چیلنج دے رہا ہے۔"

صرف یہی نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خود تبلیغ اسلام اور دعوت الی اللہ کا کام بڑے جوش جذبہ اور تڑپ سے سر انجام دے رہے تھے بلکہ آپ کی یہ بھی شدید خواہش اور تڑپ تھی کہ ساری جماعت داعی الی اللہ بن جائے اور کم از کم یہ ضرور کریں کہ آپ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"ہمیں ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جو نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر کچھ کر کے دکھانے والے ہوں۔..... ایسے ہوں کہ نخوت اور تکبر سے بکلی پاک ہوں........ تبلیغ سلسلہ کے واسطے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے۔ مگر ایسے لائق آدمی مل جاویں کہ وہ اپنی زندگی اس راہ میں وقف کر دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی اشاعت اسلام کے واسطے دُور دراز ممالک میں جایا کرتے تھے۔ یہ جو چین کے ملک میں کئی کروڑ مسلمان ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں بھی صحابہؓ میں سے کوئی شخص پہنچا ہوگا...... اگر کچھ ایسے لائق اور قابل آدمی سلسلہ کی خبر ہی کے واسطے نکل جاویں جو فقط لوگوں کو اس سلسلہ کی خبر ہی پہنچا دیں تو بھی بہت بڑے فائدہ کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

(ملفوظات جلد دہم ص ۴۲۰-۴۲۱)

پس یہ تو بانیٔ جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی اور دعوت الی اللہ کا مختصر ذکر تھا۔ اسی طرح آپ کے بعد آپ کے خلفاء کرام اور مبلغین سلسلہ اور احباب جماعت کی انفرادی تبلیغی مساعی کا ایک بے مثال نتیجہ دُنیا کے سامنے ظاہر ہوا ہے۔ خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مولوی نور الدین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بھی بدستور تبلیغ میں وسعت پیدا ہوئی۔ بیرونی ممالک میں اُس دَور کی سب سے بڑی حکومت، حکومت برطانیہ کے مرکز یعنی انگلستان میں باقاعدہ تبلیغی مشن کا قیام ہوا۔

خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ نے بھی جن کے بارے میں بانیٔ جماعت احمدیہ کو اس نوع کی متعدد عظیم بشارتیں عطا کی گئی تھیں کہ:۔

"وہ جلد جلد بڑھے گا۔ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا۔"

آپؓ نے جہاں اپنے بابرکت دَورِ خلافت میں تبلیغ کے متعدد عالمگیر منصوبے بنائے اور اُنہیں عملی جامہ پہنایا وہاں آپؓ خود بھی ایک بہت بڑے داعی الی اللہ اور مبلغ اسلام تھے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ آخر ایک دن میرے اور میرے شاگردوں کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ ساری دُنیا پڑھے گی۔ اور ایک دن آئے گا جب ساری دُنیا پر اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ شان کے ساتھ اسلامی حکومت قائم ہو جائے گی۔ جیسا کہ پہلی صدیوں میں ہوئی تھی۔"

(رسالہ فرقان قادیان اپریل ۱۹۴۲ء)

(باقی آئندہ)

تقریب شادی

مورخہ ۱۴/۸/۸۷ کو بعد نماز عصر مسجد مبارک میں عزیزم ریحان احمد ظفر سلمہ اللہ ابن مکرم فضل الرحمٰن صاحب درویش کی شادی کے سلسلہ میں دعائیہ تقریب منعقد ہوئی جس میں دولہا کی گلپوشی اور تلاوت و نظم خوانی کے بعد محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے ناظم مقام امیر مقامی نے اجتماعی دُعا کرائی۔ اگلے روز بارات کلکتہ کے لئے روانہ ہوئی جہاں مورخہ ۱۶/۸/۸۷ کو عزیزہ نصرت جہاں سلمہا بنت مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب ایم اے کے ساتھ عزیز موصوف کی شادی عمل میں آئی۔ مورخہ ۲۰/۸/۸۷ کو بعد نماز مغرب تعلیم الاسلام ہائی سکول میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔ قارئین سے اس رشتہ کے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کے لئے درخواست دُعا ہے۔ (ادارہ)

جلسہ سالانہ برطانیہ (بقیہ صفحہ اوّل)

تک منعقد کر رہی ہے جس میں آٹھ ہزار سے زیادہ افراد کی شرکت متوقع ہے۔ احمدیہ تحریک کے سربراہ کا کنونشن سے خطاب متوقع ہے۔ مزید معلومات کے لئے پریس سیکرٹری مسٹر رشید احمد چوہدری سے (۰۹۱۹ — ۸۷ — ۰۱) رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

(ہفت روزہ اخبار وطن ۷؍۸؍۲۹)

مسلم کنونشن میں ہزاروں افراد کا اجتماع متوقع

احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن برطانیہ ٹلفورڈ میں اسلام آباد کے مقام پر تین روزہ جلسہ سالانہ (آج۔ کل اور پرسوں) منعقد کر رہی ہے جس میں ساٹھ مختلف ملکوں سے آٹھ ہزار افراد کی شمولیت متوقع ہے۔ اسلام آباد میں پچیس ایکڑ رقبہ پر کثیر تعداد میں آنے والے مہمانان کے قیام کے انتظامات کئے جا رہے ہیں۔

احمدیہ جماعت کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب اجتماع سے خطاب فرمائیں گے۔

دیگر عنوانات جن پر جماعت کے علماء روشنی ڈالیں گے مندرجہ ذیل ہیں:۔

(الف) دنیا کے موجودہ مسائل اور اُن کا اسلامی حل۔

(ب) پاکستان میں جماعت احمدیہ پر تشدد اور اس کا ردِ عمل۔

(ج) اسلام اور عیسائیت (مختصر موازنہ)

(د) اسلامی معاشرہ میں غیر مسلموں سے سلوک۔

ایک کروڑ نفوس پر مشتمل جماعت احمدیہ مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں سے ایک ہے۔ ان میں سے دس ہزار سے زائد افراد انگلینڈ میں رہتے ہیں۔ جو زیادہ تر پاکستان سے آئے ہیں۔ جہاں ضیاء حکومت کے دور میں مظالم کا شکار ہیں۔ اس تحریک کی بنیاد متحدہ ہندوستان میں آج سے پچانوے سال پیشتر موجودہ سربراہ جماعت کے دادا مرزا غلام احمدؑ نے ڈالی تھی جن کو ان کے پیروکار مسیح موعودؑ مانتے ہیں۔

(انگریزی سے ترجمہ "دی ہیرالڈ" ۷؍۸؍۲۱)

احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کا تین روزہ سالانہ جلسہ

احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن یوکے اسلام آباد، ٹلفورڈ سرے میں تین روزہ جلسہ سالانہ منعقد کر رہی ہے جو ۳۱ر جولائی سے شروع ہو رہا ہے۔ کنونشن میں ساٹھ مختلف ممالک سے آٹھ ہزار افراد کی شرکت متوقع ہے جلسہ اسلام آباد کی پچیس ایکڑ رقبہ پر مشتمل گراؤنڈ میں منعقد ہوگا۔ جہاں مہمانوں کے قیام کے انتظامات بڑی تیزی سے کئے جا رہے ہیں۔ جلسہ کی امتیازی خصوصیت احمدیہ جماعت کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی تقاریر ہیں۔ کچھ اور مضامین جن پر دوسرے معروف علماء روشنی ڈالیں گے جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(الف)۔ دنیا کے موجودہ مسائل اور اسلام کا پیش کردہ حل۔

(ب)۔ پاکستان میں احمدیوں پر تشدد اور اس کا ردِ عمل۔

(ج)۔ اسلام اور عیسائیت (مختصر موازنہ جائزہ)

(د)۔ اسلامی سماج میں غیر مسلموں سے سلوک۔

جلسہ کے متعلق مزید تفصیل احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کے پریس و پبلیکیشن یونٹ سے ۰۱ - 870 8 ۰۹۱۹ ۰۱ — 870 — 17 — 85 ایکسٹینشن سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس سلسلہ میں رشید احمد چوہدری اور نعیم احمد چوہدری سے رابطہ قائم کریں۔

(انگریزی سے ترجمہ از ویکلی ایشین ٹائمز ۷؍۸؍۳۱)

حضرت مرزا طاہر احمد۔ سربراہ اعلیٰ جماعت احمدیہ

اس ہفتہ کے آخر میں تقریباً آٹھ ہزار احمدی مسلمان ٹلفورڈ سرے میں اپنے ۲۲ ویں جلسہ کے انعقاد کے سلسلہ میں اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جہاں بانی جماعت احمدیہ کے چوتھے خلیفہ مسلم قانون اور عدل جیسے موضوع پر خطاب فرمائیں گے۔

۱۹۸۴ء سے احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن کا بین الاقوامی مرکز وانڈز ورتھ کی مسجد فضل لندن۔ گریسہال روڈ میں ہے۔ اس جماعت کی بنیاد موجودہ سربراہ کے دادا حضرت مرزا غلام احمد صاحب ۔۔۔ نے مسیح موعود، مہدی اور مصلح ہونے کا دعویٰ کیا تھا رکھی تھی۔ اس جماعت کے پاکستان میں تقریباً ۴ لاکھ اور برطانیہ میں دس سے پندرہ ہزار تک ممبر ہیں بعض دوسرے ممالک خصوصاً مغربی افریقہ میں بھی ان کی خاصی تعداد موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ ان کے بنیادی عقائد دوسرے مسلمانوں ہی کی طرح ہیں۔ یہ لوگ موجودہ پاکستانی حکومت کے تحت مذہبی تشدد کا شکار ہیں۔ وہاں احمدیوں کو اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر جیلوں میں بند کیا جا سکتا ہے۔

مرزا طاہر احمد نے مجھے بتایا کہ گو میں پاکستان جانے کے معاملہ میں آزاد ہوں لیکن بحیثیت سربراہ جماعت میں وہاں موجودہ حالات میں اپنے فرائض ادا نہیں کر سکوں گا میں اپنی ذمہ داریوں کو نظر انداز کر کے وہاں رہنے کو پسند نہیں کرتا۔

خوبصورت سفید گنبد والی یہ عمارت جو وانڈز ورتھ میں مسجد کے طور پر استعمال ہوتی ہے کی بنیاد ۱۹۲۴ء میں رکھی گئی تھی۔ جناب ایس رفیق صاحب جو بیس سال تک اس مسجد کے امام رہ چکے ہیں نے بتایا کہ لندن میں بننے والی یہ پہلی مسجد تھی۔ اس سے پہلے برطانیہ میں صرف ووکنگ کے مقام پر ایک عمارت تھی۔ جسے ایک انگریز نے جو ہندوستان میں رہ چکا تھا نے عجائب گھر کے طور پر تعمیر کیا تھا۔ ۱۹۵۹ء میں جب میں امام بن کر یہاں آیا۔ تو یہاں ہمارے ۱۹۹ ممبر تھے۔ ۱۹۶۴ء میں عیدی امین کے دورِ حکومت میں مشرقی افریقہ سے ہجرت کر کے آنے والوں کی وجہ سے ہماری تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔ پہلے پہل جب مسجد کے میناروں سے اذان کی آواز بلند ہوئی تو ہمارے پڑوسیوں نے کسی حد تک مزاحمت بھی کی۔ تاہم مسجد کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔ آج یہاں سب سے بڑا مسئلہ گاڑیوں کو کھڑا کرنے کا ہے۔ جماعت اس کو حل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے۔ زیادہ تر برطانوی احمدی مخصوص مواقع پر ہی مسجد لندن میں آتے ہیں۔ چونکہ جماعت کافی بڑھ چکی ہے اس لئے ۱۹۷۰ء میں ایک ہال اور دفاتر کا اضافہ کیا گیا۔ حال ہی میں احمدیوں نے ٹلفورڈ میں ایک ناقابلِ استعمال اسکول خریدا ہے۔ جہاں اجلاس اور دوسرے بڑے اجتماعات ہو سکتے ہیں۔

حضرت مرزا طاہر احمد نے کہا: میں پہلی مرتبہ ۱۹۵۵ء میں برطانیہ آیا تھا۔ یہاں میں نے اکتوبر ۱۹۵۷ء تک لندن یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ اُن دنوں ہمارے بہت کم ممبر تھے جب میں چند سال پہلے آیا تو میں نے یہاں مہاجرین کی ایک ایسی لہر پائی۔ جو پچھلے تیس سالوں میں بڑھتی چلی گئی۔ میں نے بعض ایسے علاقے بھی پائے جنہیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ غیر ملکیوں نے ہی لے لئے ہوں۔ میں نے برطانوی طرزِ زندگی میں بھی بڑے تغیرات دیکھے۔

جبکہ میں تیس سال قبل یہاں آیا تھا تب کے مقابلہ میں پچھلے تقریباً پچیس سالوں میں یہاں کی اخلاقی حالت اُس حد تک گر چکی ہے۔ اسے دیکھ کر مجھے بے حد تکلیف ہوتی ہے اخلاقی قدروں کی گراوٹ کا تعلق ہمیشہ خدا پر ایمان یا اُس میں کمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ آزادی کے نام پر غیر ذمہ دارانہ تصاویر اور ٹیلی ویژن پروگرام پیش کئے جاتے ہیں۔ جو جرائم کے پھیلنے پھولنے میں مدد دیتے ہیں۔

میں برطانیہ کے لوگوں سے کہوں گا جہاں تک اخلاقی اور تہذیبی قدروں کا تعلق ہے ماضی میں واپس چلے جائیں۔ بے شک سائنس میں ترقی کریں اور غریبوں کے معیارِ زندگی میں بہتری پیدا کریں۔ لیکن اخلاقی قدروں میں ماضی کی طرف لوٹ آئیں اور اپنی روایات کو حسبِ سابق رکھیں۔ (رحلی انڈرسن)

(انگریزی سے ترجمہ از وانڈز ورتھ انڈی پینڈنٹ ۷؍۸؍۳۱)

جماعت احمدیہ برطانیہ کا سالانہ اجتماع ۳۱ر جولائی تا ۲ر اگست ہوگا

لندن — جماعت احمدیہ کا سالانہ کنونشن ۳۱ر جولائی سے ۲ر اگست ۱۹۸۷ء تک اسلام آباد ٹلفورڈ سرے میں منعقد کیا جا رہا ہے۔ اس کنونشن میں دُنیا کے ساٹھ ممالک کے تقریباً آٹھ ہزار احمدی اکٹھے ہو رہے ہیں۔ جلسہ کے تینوں دن احمدی جماعت کے سربراہ اعلیٰ خطاب فرمائیں گے۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ احمدیوں کا بین الاقوامی جلسہ جو ہر سال جھنگ پاکستان میں ہوتا تھا۔ پچھلے چار سال سے حکومتِ پاکستان نے اُس کے انعقاد پر پابندی لگا دی ہے۔

جماعت احمدیہ کے پریس سیکرٹری نے خبر دی ہے کہ اسلام آباد ٹلفورڈ کے بڑے میدان میں جلسہ کے لئے شامیانے لگنے شروع ہو گئے ہیں۔ اور آنے والے مہمانان کے قیام و طعام کے انتظامات کئے جا چکے ہیں۔

سینکڑوں رضاکار روزانہ وہاں پہنچ کر باہر سے آنے والے مہمانوں کے استقبال کے انتظامات میں لگے ہوئے ہیں۔

مقررین اُردو اور انگریزی میں خطاب فرمائیں گے۔ جن کا ساتھ کے ساتھ عربی، جرمنی اور انڈونیشین زبانوں میں ترجمہ کرنے کا انتظام کیا گیا ہے۔

مزید معلومات کے لئے پریس سیکرٹری رشید احمد چوہدری سے لندن ایس ڈبلیو ۱۸ - گریسن ہال روڈ پر (ٹیلیفون نمبر ۰۱ - ۸۷۰ - ۰۹۹۲۴ / ۸۵۱۷) پر رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے

(انگریزی سے ترجمہ از ہفت روزہ ..... ۷/۸/۸۷)

ٹیوولائف لندن کی خبر

اسلام آباد ٹلفورڈ سرے رسالہ شپ ہیچ اسکول ، میں ۳۱ جولائی تا ۲ اگست احمدیہ مسلم ایسوسی ایشن یوکے کا تین روزہ جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے جس میں ۵۰ مختلف ممالک سے آٹھ ہزار افراد کی شمولیت متوقع ہے ۔ جلسہ کی امتیازی خصوصیت احمدیہ جماعت کے سربراہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی تقاریر ہیں ۔ فون نمبر ۰۹۹۲۴ — ۸۷ — ۰۱ - رشید احمد چوہدری یا نسیم احمد چوہدری ۔

(انگریزی سے ترجمہ از ٹیوولائف لندن ۳۱/۷)

جماعت احمدیہ یوکے کا سالانہ جلسہ آج سے شروع ہو گیا

لندن ۔ جماعت احمدیہ یوکے کا بائیسواں سالانہ جلسہ اسلام آباد ٹلفورڈ سرے میں آج (جمعہ سے) شروع ہو رہا ہے ۔ اب تک دنیا کے مختلف ممالک سے تقریباً تین ہزار افراد جلسہ میں شرکت کے لئے پہنچ چکے ہیں ۔ پاکستان سے ۵۰۰ افراد آئے ہیں ۔ امریکہ سے ایم ایم احمد آ چکے ہیں ۔ ڈاکٹر عبدالسلام کی جلسہ میں شرکت متوقع ہے ۔ گذشتہ سال سات ہزار افراد نے جلسہ میں شرکت کی تھی ۔ دو جولائی سے ہیتھرو اور گیٹ وک سے مہمانوں کو اسلام آباد پہنچانے کے لئے کاروں اور ویگنوں کا انتظام کیا گیا ہے ۔ جلسہ کے انتظامات میں سینکڑوں رضا کار دن رات کام میں مصروف ہیں ۔ جلسہ گاہ میں مردوں اور عورتوں کے لئے علیحدہ علیحدہ خیمے نصب کئے گئے ہیں ۔ تقاریر اردو اور انگریزی میں ہوں گی ۔ امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد جلسہ کے تینوں دن خطاب کریں گے ۔ تقاریر کا ساتھ ساتھ ترجمہ عربی ، انڈونیشین اور جرمن زبان میں کیا جائے گا ۔ شرکاء کے لئے کھانے کا انتظام بھی کیا گیا ہے ۔ دو ہزار کے لگ بھگ مہمانوں کی رہائش کا انتظام اسلام آباد میں ہوگا ۔

(روزنامہ جنگ لندن ۳۱/۷/۸۷)

ٹلفورڈ میں جماعت احمدیہ کا جلسہ شروع ہو گیا

لندن (جنگ نیوز) جماعت احمدیہ کا ۲۲ واں سالانہ جلسہ ٹلفورڈ سرے میں کل شروع ہو گیا افتتاحی اجلاس میں دنیا بھر سے آئے ہوئے پانچ ہزار سے زیادہ افراد نے شرکت کی عورتوں اور بچوں کے لئے علیحدہ خیموں میں تقاریر سننے کا انتظام کیا گیا ہے ۔ تقاریر کا بیک وقت عربی انڈونیشی اور جرمنی زبانوں میں ترجمہ کیا جا رہا ہے ۔ نامور ہستیوں میں امریکہ سے جناب ایم ایم احمد اور نوبل انعام یافتہ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام بھی افتتاحی اجلاس میں شریک ہیں ۔ افتتاحی اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد نے کہا کہ آج دنیا کو جو اسلام کی تصویر پیش کی جا رہی ہے وہ اس اسلام سے مختلف ہے جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر دنیا میں مبعوث ہوئے تھے ۔

(روزنامہ جنگ لندن ۱ر۲ر اگست ۱۹۸۷ء)

اسلامی اصولوں پر عمل کر کے دنیا میں امن قائم ہو سکتا ہے مرزا طاہر احمد

ٹلفورڈ (جنگ نیوز) جماعت احمدیہ کے بائیسویں جلسہ سالانہ کے دوسرے دن کے اجلاس سے گذشتہ روز خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر احمد نے جماعت احمدیہ کی عالمگیر مساعی کا تفصیل سے ذکر کیا ۔ انہوں نے کہا کہ جماعت احمدیہ کی بنیاد ۱۸۸۹ء میں رکھی گئی تھی ۔ ۱۹۸۹ء میں جماعت احمدیہ کی صد سالہ جوبلی ہوگی ۔ ۱۹۸۹ء سے قبل ہم قرآن مجید کا ترجمہ سو زبانوں میں کر رہا ہے ۔ اس وقت تک ۹۴ زبانوں میں تراجم مکمل ہو چکے ہیں اور اب ان کی اشاعت بڑی سرعت سے ہو رہی ہے ۔ امید ہے کہ اگلے سال تک یہ کام مکمل ہو جائے گا ۔ اور ہم اگلی صدی کا استقبال نئے جوش اور ولولے سے کریں گے ۔ انہوں نے بتایا کہ اب تک ایک سو ۱۲۰ ممالک میں جماعت احمدیہ قائم ہو چکی ہے ۔ اور ہر سال اس میں اضافہ ہو رہا ہے ۔ جماعت احمدیہ کی تبلیغی سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ گذشتہ سال دنیا بھر میں جماعت احمدیہ کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا ہے بعض ممالک میں ترقی کی رفتار ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے جن میں ناروے ، مغربی جرمنی ، بھارت ، بنگلہ دیش ، یوگنڈا ، کینیا ، گیمبیا ، تنزانیہ ، گھانا اور بحر الکاہل کا جزیرہ طوالو (TUVALU) خاص طور پر شامل ہیں بجٹ کے بارے میں انہوں نے بتایا کہ پاکستان کے علاوہ دیگر ممالک میں جماعت احمدیہ کا بجٹ ۲۵ کروڑ روپیہ تک پہنچ چکا ہے ۔ انہوں نے بتایا کہ نائیجیریا (NIGERIA) ....

سکے دو بادشاہوں نے جنہیں مقامی زبان میں اوبا (OBA) کہتے ہیں احمدیت قبول کر لی ہے جو دونوں جلسہ میں شریک تھے ۔ صبح کے وقت عورتوں کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اسلام ہی دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کے حقوق کی حفاظت کی ہے اور عورت کے مقام اور احترام کو قائم کیا ہے ۔ مرزا طاہر احمد نے ہندومت ، عیسائیت اور دیگر مذاہب کی تعلیمات کا اسلام کی تعلیمات سے موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حقوق عورتوں کو دلائے ہیں اور خود ان پر عمل پیرا ہو کر دکھایا ہے وہ کسی بھی نبی کی تعلیم میں موجود نہیں ۔ آپ نے عورت کی عصمت ، عزت ، وقار اور خودداری کی کامل حفاظت کی ہے اور آج دنیا میں جو فساد و شر اور باقی دنیا میں نظر آ رہا ہے اس کی ایک وجہ ان تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے ۔ انہوں نے کہا کہ اگر آج دنیا ان اصولوں پر قائم ہو جائے جو اسلام نے پیش کئے ہیں تو دنیا میں امن اور صلح کی فضا قائم ہو سکتی ہے ۔ (روزنامہ جنگ لندن ۳/۸/۸۷)

معاشرہ میں امن کیلئے قرآنی تعلیم پر عمل کیا جائے مرزا طاہر احمد

لندن (جنگ نیوز) جماعت احمدیہ کے بائیسویں سالانہ جلسے کے آخری دن خطاب کرتے ہوئے مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ نے کہا کہ اسلام کا نظام گواہی ، شہادت ، عدل ، احسان اور ایتاء ذی القربیٰ پر مبنی ہے ۔ انہوں نے اس خیال کی سختی سے تردید کی کہ اسلام میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے کم تر ہے ۔ قرآن کریم کی اس تعلیم کی وضاحت کرتے ہوئے کہ دو عورتوں کے مقابل ایک مرد کی گواہی رکھی گئی ہے ۔ کہا کہ اصل گواہی تو صرف ایک عورت کی ہے ۔ دوسری عورت تو محض یاد کرانے کے لئے ہے ۔ انہوں نے کہا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے ایسے ہی حسن سلوک کرنا چاہیئے جیسے ایک مادر مہربان اپنے پیار سے بچے سے کرتی ہے ۔ انہوں نے کہا کہ قرآنی تعلیم ہے آپس میں لین دین کے تعلقات کو ضبط تحریر میں لانا چاہیئے ۔ آجکل معاشرہ میں بہت سے جھگڑے اسی وجہ سے ہوتے ہیں کہ لین دین کے معاملات کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جاتا ۔ ہر مسلمان کو قرآن حکیم کی اس حسین تعلیم پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ معاشرہ میں امن پیدا ہو ۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کے افراد کو خصوصی طور پر تلقین کی کہ وہ با قاعدگی سے خدا تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے رہیں اور دشمن کے ہر شر سے بچنے کے لئے اپنے پیارے رب کے حضور نہایت عاجزی سے دعائیں مانگتے ہوئے رخصت ہوں ۔

(روزنامہ جنگ لندن ۴ر اگست ۱۹۸۷ء)

مجلس عرفان (بقیہ صفحہ ۱۱)

جبکہ احمدیت دنیا کے تمام بڑے ملکوں میں معروف ہو چکی ہے ۔ اور دور دراز کے ملکوں میں بھی پہنچ گئی ہے ۔ اس حساب سے انشاء اللہ تعالیٰ ہم عیسائیوں سے بہت آگے بڑھ جائیں گے لیکن تین سو سال میں کام ختم ہو کر مکمل نہیں ہو گا ۔ اور جب تک ہر کام اپنے کمال تک نہیں پہنچ جاتا ۔ اس وقت تک خلافت احمدیہ قائم رہے گی ۔ (انشاء اللہ العزیز)

س ۔ اگر ظہر اور عصر کی نمازیں جمع ہو رہی ہوں اور کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں پہنچے جبکہ ظہر کی نماز ختم کر کے امام عصر کی نماز شروع کر چکا ہے تو ایسے شخص کو کیا ظہر کی نماز پہلے پڑھنی چاہیئے یا عصر کی نماز میں شامل ہونا چاہیئے ۔

ج ۔ فرمایا ایسے شخص کو ظہر کی نماز پہلے پڑھنی چاہیئے اور بعد میں عصر کی نماز ۔ کیونکہ نمازوں میں ترتیب کا خیال رکھنا لازمی ہے لیکن اگر اسے اس بات کا علم نہیں کہ ظہر کی نماز ختم ہو چکی ہے اور وہ اس نماز کو ظہر کی نماز سمجھ کر غلطی سے شامل ہو جاتا ہے تو اس کی یہ نماز عصر کی نماز ہو جائے گی کیونکہ مقتدی کی نیت امام کی نیت کے تابع ہوتی ہے ۔ ایسی صورت میں اس کو ظہر کی نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی ۔

ولادت

مورخہ ۲۰/۸/۸۷ کو اللہ تعالیٰ نے مکرم دلاور خان صاحب کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کا نام حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے "عطاء الحفیظ" تجویز فرمایا ہے ۔ والدین نے حضور پُرنور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے بچے کی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کر دی ہے ۔ مکرم دلاور خان صاحب نے اس خوشی میں بطور شکرانہ اعانت بدر مبلغ دس روپے ادا کر کے نومولود کے نیک صالح و خادم دین بننے کے لئے دعا کی درخواست کی ہے ۔ —— (ادارہ)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ بھارت کا آٹھواں سالانہ اجتماع

۷ر اور ۸ر اخاء (اکتوبر) ۱۳۶۶ ہش (۱۹۸۷ء) کو منعقد ہوگا

عہدیداران و اراکین مجالس انصار اللہ بھارت کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت مجلس انصار اللہ مرکزیہ کے آٹھویں سالانہ اجتماع کے انعقاد کے لئے ۷ر ۸ر اخاء (اکتوبر) ۱۳۶۶ / ۱۹۸۷ ہش کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ ناظمین علاقہ اور زعماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس بابرکت روحانی اجتماع میں اپنی اپنی مجلس کے زیادہ سے زیادہ نمائندے بھجوائیں۔ نیز دعاؤں اور ظاہری تدابیر سے اجتماع کو ہر رنگ میں کامیاب بنانے کیلئے ابھی سے تیاری شروع کر دیں! اللہ تعالیٰ توفیق بخشے۔ آمین۔

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ بھارت

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ

(حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب :- ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چت پور روڈ کلکتہ ۷۳-۰۰۰

MODERN SHOE CO -

31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD

PHONE 275475
RESI 273903 } CALCUTTA-700073-

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بھارت کا دوسرا سالانہ اجتماع

۹ر ۱۰ ۱۱ر اخاء (اکتوبر) ۱۳۶۶ ہش (۱۹۸۷ء) کو منعقد ہوگا

جملہ عہدیداران و کارکنات لجنات اماء اللہ بھارت کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دوسرے سالانہ اجتماع کے لئے ۹ر ۱۰ر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۷ء کی تاریخوں کی منظوری مرحمت فرما دی ہے! الحمد للہ۔ ہر لجنہ اس روحانی اجتماع کے موقعہ پر زیادہ سے زیادہ ممبرات بھجوانے کی کوشش کرے۔ نیز اجتماع کے مقابلہ جات میں حصہ لینے کے لئے زیادہ سے زیادہ لجنہ و ناصرات کی ممبرات کو لائحہ عمل ۱۹۸۷ء میں دیئے گئے نصاب کے مطابق تیاری کر کے لانے کی کوشش کریں۔ چندہ اجتماع جملہ لجنات جلد از جلد چندہ اجتماع شرح کے مطابق وصولی کر کے مرکز میں بھجوائیں۔ شرح لائحہ عمل ۸۷ء میں درج ہے۔

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ بھارت

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْآن

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے۔

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

THE JANTA

CARDBOARD BOX MFG - CO. PHONE-279203.

MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD.

CORRUGATED BOXES & DISTINCTIV PRINTERS.

15, PRINCEP STREET, CALCUTTA-700072

سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ

جیسا کہ مجالس بھارت کو علم ہے کہ امسال حضور ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع کی ۹ر ۱۰ر ۱۱ر اکتوبر ۱۹۸۷ء کی تاریخوں کی منظوری عطا فرمائی ہے۔

اجتماع کے موقعہ پر ہونے والے مختلف علمی، ذہنی اور ورزشی پروگراموں کا سرکلر جملہ مجالس بھارت کو ارسال کیا جا چکا ہے۔ اگر کسی وجہ سے کسی مجلس کو سرکلر نہ ملا ہو تو دفتر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سے رابطہ قائم کریں۔ قائدین مجالس اس سرکلر کو تمام خدام تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔

صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

کبھی نصرت نہیں ملتی در مولیٰ سے گندوں کو ✦ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

رائچوری الیکٹریکلس (الیکٹرک کنٹریکٹر)

RAICHURI ELECTRICALS

(ELECTRIC CONTRACTOR)

TARUN BHARAT CO-OP HOUSE SOCT

PLOT NO. 6. GROUND FLOOR

OLD CHAKALA, OPP. CIGARETTE FACTORY.

ANDHERI (EAST)

PHONS { OFFICE. 6348179
RESI. 629389 } BOMBAY-400099

ارشاد باری تعالےٰ

لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ

ہر قوم کے لئے ہادی و رہنما بھیجا گیا ہے۔

(طالب دعا)

AUTOWINGS,

13 - SANTHOME HIGH ROAD

MADRAS - 600004

PHONES { 76360
74350

آٹو ونگس

ھو الناصر

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

کراچی میں معیاری سونا کے زیورات بنوانے اور خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

الرؤف جیولرز

۱۶- خورشید کلاتھ مارکیٹ حیدری شمالی ناظم آباد کراچی فون نمبر ۶۱۷۰۶۹

يَنصُرُكَ رِجَالٌ نُّوحِىٓ إِلَيْهِم مِّنَ السَّمَآءِ

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

{تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے}

پیشکردہ: کرشن احمد، گوتم احمد اینڈ برادرس سٹاکسٹ جیون ڈریسز۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڑیسہ)

پروپرائیٹر: شیخ محمد یونس احمدی۔ فون نمبر: 294-

"میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں!"

ارشاد حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

محتاج دعا: اقبال احمد جاوید مع برادران جے۔ این روڈ لائینز اینڈ جے۔ این انٹرپرائسز

NO-75, FARAH COMMERICIAL COMPLEX.
J.C. ROAD, BANGALORE - 560002.
PHONE NO. 228666.

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے" (ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ)

احمد الیکٹرانکس کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)	گولڈ لک الیکٹرانکس انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

ایمپائر ریڈیو۔ ٹی وی۔ اوشا پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

- بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو۔ نہ ان کی تحقیر۔
- عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل۔
- امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔ (کشتی نوح)

M. MOOSA RAZA SAHEB & SONS.
6-ALBERT VICTOR ROAD, FORT.
GRAM:-MOOSA RAZA
PHONE- 605558 } BANGALORE - 560002.

"پندرھویں صدی ہجری غلبہ اسلام کی صدی ہے!"

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

پیشکش:

SAIRA Traders

WHOLE SALE DEALER IN HAWAI & PVC. CHAPPALS
SHOE MARKET, NAYAPUL, HYDERABAD - 500002.
PHONE NO. 522860.

"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے" (ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۱)

فون نمبر: 42916　　ٹیلیگرام "ALLIED"

الائیڈ پروڈکٹس

سپلائرز: کرشڈ بون۔ بون میل۔ بون سینیوس اور ہارن ہوفس وغیرہ

(پتہ)

نمبر ۲۴۰-۷/۴۷/۱ متصل کاچی گوڑہ ریلوے سٹیشن حیدر آباد ۲۷ (آندھرا پردیش)

قرآن کریم میں وہ نکات اور حقائق ہیں جو روح کی پیاس کو بجھاتے ہیں۔

(ملفوظات صفحہ ۲۰)

AIR ®

CALCUTTA - 15

پیش کرتے ہیں: آرام دہ، مضبوط اور دیدہ زیب رشت ہوائی چپل، ربڑ، پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۸۷ء رجسٹرڈ نمبر ایل/جی ڈی پی-۳